

سرکاری رپورٹ

بلوچستان صوبائی اسمبلی

دوسیں اسمبلی / پانچواں اجلاس

مباحثات 2013ء

(اجلاس منعقدہ 28 اگست 2013ء بطابق 20 شوال 1434ھ ہجری بروز بدھ)

صفحہ نمبر	مندرجات	نمبر شمار
2	تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ۔	1
3	رخصت کی درخواستیں۔	2
3	سردار ختر مینگل اور میر جمل گلمتی نے اسمبلی رکنیت کے حلف اٹھائے۔	3
4	تحریک استحقاق مجاہب انجینئر زمرک خان۔	4
12	قانون سازی۔	5
	بلوچستان پبلک پرو کیور منٹ ریگولریٹی اٹھارٹی کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء	
13	(مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2013ء)۔	6
14	مشترکہ قرارداد نمبر 2 مجاہب نواب محمد خان شاہوانی (صوبائی وزیر)۔	7
	امن و امان کی صورتحال پر مجموعی عام بحث۔	

بلوچستان صوبائی اسمبلی کا اجلاس

مورخہ 28 اگست 2013ء ب طبق 20 شوال المکرّم 1434ھجری بروز بده بوقت صبح 11:45 جگر 22 منٹ پر زیر صدارت میر جان محمد خان جمالی، جناب اپیکر، بلوچستان صوبائی اسمبلی ہال، کوئٹہ میں منعقد ہوا۔
جناب اپیکر۔ السلام علیکم! کارروائی کا آغاز باقاعدہ تلاوت قرآن پاک سے کیا جاتا ہے۔
تلاوت قرآن پاک و ترجمہ۔

از

حافظ محمد شعیب آ خوندزادہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَا عَنِ الْفُحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ
وَالْبَغْيِ حَ يَعْظُمُ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ هُ وَأَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذَا عَاهَدْتُمْ وَلَا تَنْقُضُوا
الْأَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيدهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللَّهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا هُ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ هُ

(پارہ نمبر ۱۳ سورۃ النحل آیات نمبر ۹۰ اور ۹۱)

ترجمہ: بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - خدا تم کو انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو قرض سے مدد دینے کا حکم دیتا ہے اور بے حیائی اور نامقول کاموں اور سرکشی سے منع کرتا ہے اور تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ اور جب خدا سے عہد کرو تم اُسکو پورا کرو اور جب فرمیں کھاؤ تو ان کو مت توڑو کہ تم خدا کو اپنا ضامن مقرر کر کچے ہو اور جو کچھ تم کرتے ہو خدا اُسکو جانتا ہے۔ صَدَقَ اللَّهُ الْعَظِيْمُ۔

جناب اسپیکر: ہُسم اللہ الرَّحْمٰن الرَّحِیْم۔ ابھی میں سردار اختر مینگل اور میر حمل کلمتی سے کہوں گا کہ وہ اپنی نشتوں پر کھڑے ہو جائیں اور حلف لیں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔

(سردار محمد اختر مینگل نے براہوئی میں حلف اٹھایا جبکہ میر حمل کلمتی نے بلوچی میں حلف لیا)۔ (ڈیک بجائے گئے)۔

جناب اسپیکر: گلری میں بیٹھے ہوئے دوستو! اصول یہ ہے کہ تالیاں ابھی نہیں بجائی جائیں۔ ابھی اس سے پہلے کہ کارروائی شروع کریں، مہربانی کر کے جوارا کین امن و امان پر بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں، وہ سیکریٹری کو اپنے نام درج کرادیں۔ میں آتا ہوں اس پر، کیونکہ پہلے یہ کارروائی کرادوں۔ کہ پھر جنہوں نے تقاریر کرنی ہیں، کیونکہ کل صرف 6 اراکین نے تقاریر کی ہیں۔

میر حمل کلمتی: point of order۔ ہمارے نوری صاحب، MNA جو گوادر سے منتخب ہوئے ہیں، وہ اسمبلی کارروائی میں شرکت کرنا چاہتے ہیں، ہم انہیں welcome کرتے ہیں۔

جناب اسپیکر: میں بالکل welcome کروں گا۔ تھوڑی دیر میں کر لیں اگر۔ یہ صرف میں بتانا کامل کروں۔ یہ جو ممبرز تقاریر کرنا چاہتے ہیں وہ اپنے ناموں کا اندرج کرادیں۔ سوالات نہیں ہونے کی بناء پر وقفہ سوالات معطل کیا جاتا ہے۔ سیکریٹری اسمبلی رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

محمد عظیم داوی (سیکریٹری اسمبلی): محترمہ سپوزمی صاحب، محترمہ راحیلہ درانی صاحب، محترمہ معصومہ صاحبہ اور محترمہ ثمینہ صاحبہ، کراچی میں ایک سینیٹار میں شرکت کرنے کی وجہ سے اسمبلی اجلاس میں شرکت کرنے سے قاصر ہنہ کی بناءتا اختتام اجلاس اسمبلی، رخصت منظور کرنے کی استدعا کی ہیں۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ آیا رخصتیں منظور کی جائیں؟ رخصتیں منظور ہوئیں۔

(سیکریٹری اسمبلی): محمد صالح بھوتانی اپنے حلقة کے دورے پر ہونے کی بناء پر آج کے اجلاس سے رخصت منظور کرنے کی استدعا کی ہے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ رخصت کی درخواست منظور کی جائے؟ رخصت منظور ہوئی۔ اور تو نہیں ہیں کوئی درخواستیں؟ نہیں ہیں۔ میں اپنے MNA نوری صاحب کو welcome کرتا ہوں کہ وہ اپنے صوبائی اسمبلی کے ایوان میں آ کر شریک ہوئے ہیں، ہمارے ساتھ۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ زمرک خان! آپ پریا تحریک اتحاد پر آئیں۔ تحریک اتحاد پہلے آئیگی نا۔ جی! آپ تحریک اتحاد پر pint of order

بات کر لیں۔

انجینئر زمرک خان اچخزی: تحریک استحقاق۔ میں اسمبلی کے قواعد و انضباط کار 1974ء کے قاعدہ نمبر 56 کے تحت درج ذیل تحریک استحقاق کو روشن دیتا ہوں۔ تحریک یہ ہے کہ ایک سیاسی تنظیم کے چند منتخب ارکان نے باقاعدہ ایک پریس کانفرنس میں مجھ پر الزام لگایا کہ اسی سیاسی جماعت کے منتخب نمائندے انجینئر زمرک خان کی قیادت مخالف سیاسی جماعت کے کارکنوں نے ہم پر دھاوا بول دیا اور انہا دھنڈ فائزگ کی۔ حالانکہ مورخہ 22 اگست 2013ء بروز جمعرات ضمنی ایشیان کے دوران مرکزی پارٹی کے ایم پی اے نے جنگ پر علیحدی کے پونگ ایشیان نمبر 89 پر اپنے مسلح کارکنوں کے ذریعے سے انہا دھنڈ فائزگ کی، جس کے نتیجے میں ایک شخص ظفر اللہ موقع پر شہید اور دیگر زخمی ہوئے۔ اس روٹ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اخباری تراشہ مسلک ہے۔ لہذا اسمبلی کی کارروائی روک کر اس اہم نویعت کے مسئلے پر بحث کی جائے۔

جناب اسپیکر: جی۔ تحریک پیش ہوئی۔ کیونکہ پہلے یہ دیکھنا ہے کہ تحریک آپ کی بنتی ہے نہیں بنتی ہے۔ کیونکہ کمیٹیز نہیں ہیں۔ میں اسکو، ایک میں اصولاً کیونکہ آپ کی ابھی تک Committees form نہیں ہوئی ہیں۔ کہ privilege یہ بتا ہے یا نہیں بتا۔ ایک ایشیان کمیٹی بتاتا ہوں، جس میں جعفر خان مندوخیل اسکو Chair کریں گے۔ اور انکے ساتھ امان اللہ نو تیزی صاحب ہوں گے۔ ہمارے محترم رکن۔ اور انکے ساتھ آغارضا۔ اور یہ اگلے اجلاس سے پہلے یہ آپ رپورٹ پیش کر دینے گے۔ کہ یہ Privilege Motion بتا ہے کہ نہیں بتا ہے۔ شکریہ جی۔ وہ کل جو نصر اللہ وزیر صاحب نے کیا تھا، وہ بھی میں اسی کمیٹی کے حوالے کرتا ہوں۔ کہ یہ بنتی ہے کہ نہیں بنتی۔ جی۔ زمرک آپ ابھی point of order پر ہیں۔

انجینئر زمرک خان اچخزی: جناب اسپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں وہ کمیٹی جو فیصلہ کر گی ہمیں منظور ہے۔ میں اپنی طرف سے، عوامی نیشنل پارٹی کی طرف سے سردار اختر مینگل صاحب کو، میر جمل کلمتی صاحب کو اسمبلی کا حلف اٹھانے پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور میں اتنا کہوں گا کہ سردار اختر مینگل صاحب، انکے والد سردار عطاء اللہ مینگل صاحب کی اس صوبے کیلئے، اس ملک کیلئے بہت بڑی قربانیاں دی ہیں۔ بلکہ نیب کے دوار سے ولی خان کے ساتھ اور ایک سلسلہ جو آرہا تھا، انکی قد و قامت میں، اس اسمبلی میں ایک اضافہ ہوا انکے آنے سے اور جمہوریت کی تحفظ کیلئے قوم پرست جماعتوں کی حیثیت سے انکی بہت بڑی contribution ہے، اس صوبے کیلئے۔ میں امید رکھتا ہوں، ہماری امید ہے کہ وہ آئندہ بھی اس اسمبلی کے پُر وقار جو سیشن ہوتے ہیں، اس میں اس قوم پرست، یہاں بلوچستان کے پشتوں، بلوج روایات کو برقرار

رکھتے ہوئے، تحفظ کا خیال رکھیں گے۔ اور اسیں انشاء اللہ ہماری پارٹی انکے ساتھ رہے گی۔ اس جدوجہد میں، اس contribution میں، میں انکو ایک دفعہ پھر welcome کہتا ہوں۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر: شکر یہ۔ جی گل محمد ڈمڑ صاحب۔ on a point of order۔

جناب گل محمد ڈمڑ: جناب اسپیکر! میں بھی جمعیت علماء اسلام کی طرف سے سردار اختر جان مینگل صاحب کو اکلمتی صاحب کو، جو آج اُس نے حلف اٹھائے ہیں۔ ہم انکو خوش آمدید کہتے ہیں۔ مبارکباد دیتے ہیں۔ اور یقیناً بلوچستان میں جو حالات جاری ہے ہیں، خرابی کی طرف، انشاء اللہ اسیں انکا اہم کردار انشاء اللہ ثبت کردار ادا کریں گے تاکہ اس صوبے میں امن و امان ہو۔ اس صوبے میں جو لوگ نقل مکانی، جو لوگ پریشان ہیں، انشاء اللہ اسیں وہ ایک اہم کردار ادا کریں گے۔ کیونکہ وہ سردار عطاء اللہ خان مینگل صاحب کے بیٹے ہیں۔ دُوراندیش سیاستدان ہیں۔ انشاء اللہ ثبت کردار ادا کریں، اس امن و امان کے مسئلے میں۔

جناب اسپیکر: جی (ق) لیگ سے امان اللہ نو تیزی صاحب آپ بولیں گے یا کریم نوشیر وانی صاحب؟۔
ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): مجھے اگر Floor دے دیں گے، تو آپ کی مہربانی ہوگی۔

جناب اسپیکر: جی۔ اسی سلسلے میں آپ بات کریں گے؟۔

قائد ایوان: جی۔

جناب اسپیکر: چلیں CM صاحب کو پہلے Floor دے دیتے ہیں، پھر آپ کی پاری ہے۔

قائد ایوان: شکر یہ اسپیکر صاحب۔ میں قابل احترام BNP کے صدر سردار محمد اختر مینگل کو اس ایوان میں اکنی آمد پر خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور، ہم سب جانتے ہیں کہ بلوچستان نیشنل پارٹی کی صوبے کے حوالے سے اپنی ایک جدوجہد رہی ہے، قوم پرستانہ، ملکی حوالے سے ایک قوم پرستانہ جدوجہد رہی ہے۔ اور، ہم سب ایک ہی منزل کے مسافر ہیں۔ یقیناً اسکے آنے سے شاید بلوچستان میں ایک پر امن ماحوال بنانے میں، ایک امید ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ coalition government اسکی ہر اُس تجویز کو، ثبت تجویز کو خوش آمدید کہے گا۔ اور ہر اُس تقدیک کو بھی خوش آمدید کہے گا کہ وہ اس House میں بیٹھے ہوئے۔ اسکے ساتھ ساتھ میں اپنے نوجوان MPA، بی این پی کے حمل کلمتی کو بھی welcome کہتا ہوں۔ اور یہی گزارشات، یہی امیدیں ہیں کہ ہم سب ملکر اس صوبے کو، اس جنگالوں سے بچائیں گے۔ اور اپنے قومی تشخص اور اپنے وطنی تشخص کو برقرار رکھتے ہوئے ہم مشترک جدوجہد کریں گے۔ اسکے ساتھ ساتھ میں آج جو ایک بہت بڑا تھوا رہے، ہندو برادری کی، انکو

مبارکباد پیش کرتا ہوں اس House کی جانب سے، جو آج جنم دن ہے، کرشن بھگوان کی پیدائش کا، ”جم اشٹی“ کا۔ تو اس حوالے سے میں اپنے تمام ہندو برادری کو مبارکباد دیتا ہوں۔ اور امید رکھتا ہوں کہ وہ اپنے بلوجستان کی ترقی میں اپنی contribution دیں گے۔ شکریہ جی۔

جناب اسپیکر: شکریہ کریم نوشیروانی صاحب۔

میر عبدالکریم نوشیروانی: شکریہ جناب اسپیکر صاحب۔ میں قائد بی این پی (مینگل) جناب اختر جان کو، کلمتی صاحب کو، MNA توڑی صاحب کو میں مسلم لیگ (ق) کی طرف سے خوش آمدید کہتا ہوں۔ سردار اختر جان اور اسکے والد صاحب جن کی قربانیاں اس بلوجستان میں نمایاں ہیں۔ 1965ء سے لے کر ایوب خان کے ظالم ذریں حیدر آباد جیل میں انہوں نے جواس صوبے کیلئے، اس صوبے کے مفادات کیلئے، علاقے کے مسائل کیلئے انہوں نے جو قربانیاں دی ہیں جناب اسپیکر صاحب! بلوجستان میں وہ نمایاں ہیں۔ آج جس نے اس اسمبلی میں وہ رونق بخشی۔ وہ جمہوریت کے روح رواں ہیں۔ میں امید کرتا ہوں کہ بلوجستان کے اس وقت جو صورتحال ہے، اُنکے اس coalition میں شامل ہونا ایک نمایاں کردار ہوگا۔ میں دوبارہ اُنکو welcome کرتا ہوں۔ اور ساتھ ساتھ امید کرتا ہوں کہ وہ اس صوبے کیلئے جتنا قربانیاں انہوں نے پہلے دیئے ہیں۔ اور وہ دیتے رہیں گے۔ Thank you sir۔ بہت مہربانی

جناب اسپیکر: شکریہ جی۔ ڈاکٹر حامد اچھزی صاحب، اسکے بعد آغارضا صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزی: جناب اسپیکر! بڑی مہربانی آپکی۔ میں اپنی جانب سے اپنی پارٹی کی جانب کے Leader of the House کی جانب سے coalition government کو support کرتا ہوں۔ اور جناب اختر جان مینگل اور کلمتی صاحب کو اس ایوان میں حلف اٹھانے پر مبارکباد دیتا ہوں۔ خوش آمدید کہتا ہوں۔ اختر جان کی سیاست، اُنکی بصیرت، کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔ اور نہ شاید یہ کسی تعارف ہونے کی محتاج ہیں۔ پشتون، بلوج صوبے کی آزادی، خود مختاری، آبادی، انسانی حقوق، مذہبی حقوق، قومی حقوق کے دائرے میں اُنکی قربانی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ اور نہ ہی Baloch Statesman جناب سردار عطاء اللہ مینگل کی، جو پونم میں پشتونخواہی عوای پارٹی، نیشنل پارٹی اور دوسرے قومی پارٹیوں کے رہنماء ہے ہیں۔ ہمارے لیڈر رہے ہیں۔ تو اُس کڑی میں بھی ہم ساتھ بندھے ہوئے ہیں۔ تو ہم انکو یقین دلاتے ہیں کہ ہر اس ثبت کام میں جو اختر جان اور اُنکی پارٹی اس ایوان کے

ذریعے کریں گے، ہم انکا ساتھ دیں گے۔ اسکے بعد ایک مرتبہ پھر انسکو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور نوری صاحب جو پہلی دفعہ نیشنل اسمبلی میں elect ہوئے ہیں۔ انکو بھی مبارکباد دیتے ہیں۔ ویسے آپ نے انکو welcome کیا۔ ہم نے بھی ڈیک بجائے۔ اور تمام ملک کے ہندو برادری کو کرشن بھگوان کی جنم دن پر انکو مبارکباد دیتے ہیں۔ بڑی مہربانی۔

جناب اسپیکر: آغارضا صاحب۔

آغا سید محمد رضا: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ thank you جناب اسپیکر۔ سب سے پہلے میں اپنے معزز اراکین جنہوں نے ابھی حلف اٹھایا۔ جناب سردار اختر جان مینگل اور نوجوان رکن کلمتی صاحب کو خوش آمدید کہتا ہوں، اپنی طرف سے، اپنی پارٹی کی طرف سے، اپنے لوگوں کی طرف سے۔ سردار اختر جان مینگل کیلئے اتنا کہوں گا کہ He has been an iconic political figure of Balochistan. اُنکے اور انکے خاندان کے بغیر بلوچستان کی political تاریخ ہمیشہ نامکمل رہے گی۔ اور تھہ دل سے میں انکو مبارکباد اور welcome کہتا ہوں۔ اُنکے آنے سے یہ House مکمل لگتے لگا ہے۔ اور میں اُمید کرتا ہوں کہ In the run انشاء اللہ، بہت سارے، بلوچستان کے حوالے سے جو ہمارے مسائل ہیں، جو تحفظات ہیں لوگوں کے، اُنکے حل کرنے میں بہت ثابت پیشرفت ہو گی، انشاء اللہ۔ Thank you very much.

جناب اسپیکر: جی ڈاکٹر رقیہ صاحبہ۔

ڈاکٹر رقیہ سعید ہاشمی: Thank you جناب اسپیکر! میں اپنی طرف سے، پاکستان مسلم لیگ قائد اعظم خواتین کی طرف سے اس ایوان میں معزز رکن جو تشریف رکھتے ہیں، سردار اختر مینگل انکو تھہ دل سے مبارکباد دیتی ہوں۔ انہوں نے بلوچستان اسمبلی میں آ کر حلف اٹھا کر ایک تاریخ رقم کی ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ بلوچستان جو سلگتے ہوئے حالات تیزی سے بڑھ رہی ہیں، اُن پر انکی نمائندگی اور اُنکے اثر سے انشاء اللہ تعالیٰ اب ہم اس بھر جان کو قابو کرنے میں کامیاب ہونگے۔ یہاں میں جناب اسپیکر! آپ کے توسط سے جناب اختر مینگل کا شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں کہ جب وہ وزیر اعلیٰ تھے، تو میں کبھی اُن سے ملنی نہیں تھی۔ لیکن میرے ایک telephone call پر اپنے وزیر اعلیٰ کے صدارت پر، انہوں نے میری ایک ایک request پر عملدرآمد کیا۔ اور میں بہت انکی مشکور ہوں۔ اور آج اس Floor پر بتانا چاہتی ہوں۔ آپ ایک Member کی حیثیت سے بھی آپ اپنا وہی رعب اپناویں ڈبے، اپناویں وقار، ویسے ہی رکھیں گے جیسا کہ آپ ایک وزیر اعلیٰ تھے۔ اور میں اپنے حمل کلمتی بھائی کی بڑی مشکور ہوں کہ انہوں نے بھی آ کر حلف لیا ہے۔ اور وہ بھی اس معزز ایوان میں شامل

ہو کر، اس ایوان کے اعجاز کو اور وقار کو مزید بلند کریں گے۔ شکریہ جی۔

جناب اسپیکر: میڈم یا سینمن صاحب۔

محترمہ یا سینمن بی بی: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔** سب سے پہلے میں سردار اختر مینگل صاحب کو اور انکی ٹیم کو، جنہوں نے آج حلف اٹھایا ہے، انکو مبارکباد پیش کرتی ہوں۔ پتہ نہیں کیوں، مطلب میں اپنی دل کی بات بتاؤں، ایک بہن اور ایک بیٹی کی حیثیت سے، مجھے یہ بالکل ایسے feel ہو رہا ہے جیسے ہمارا یہ جو اسمبلی کا کنہبہ یا خاندان وہ آذھورا تھا۔ آج میں محسوس کر رہی ہوں سردار اختر مینگل صاحب کی موجودگی میں، وہ family جو ہے وہ پوری ہو گئی ہے۔ کیونکہ سردار عطا اللہ مینگل صاحب، سردار اختر مینگل صاحب کی جو contribution رہی ہے، ”تو می جدوجہد“ کے حوالے سے، اُسکو جو ہے وہ کسی طور deny نہیں کیا جاسکتا۔ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے، نیشنل پارٹی کی کوشش رہی ہے، چاہے اسمبلی میں ہو یا اسمبلی سے باہر۔ سردار صاحب کو بھی پتہ ہے۔ کہ ہم نے جو ہے ہر وقت قومی مفادات، اجتماعی cause، بلوچستان کے مقدمے کی خاطر اتحاد، بینگتھی اور ایک ہی پلیٹ فارم پر جدوجہد کرنے کے حوالے سے ہم نے کافی کوششیں کی ہیں۔ ابھی بھی اسمبلی کے اندر، رکیونکہ مطلب یہ دُنیا، اگر آپ history کو دیکھ لیں، جو development ہوئی ہیں، ترقی ہوئی ہیں، تضاد کے بغیر opposition کے بغیر، healthy جب تک اختلاف رائے نہیں ہو، اُس وقت تک میرے خیال میں development کا جو عمل ہے۔ وہ آگے نہیں جاتا۔ تو یہاں پر اس ایوان میں بھی ہم جو ہے سردار اختر صاحب اور انکی جو team موجود ہے۔ تو قعیہ ہے کہ بلوچستان آج جو سُلگ رہا ہے۔ جو ہمارے حالات ہیں، جس طرح سے ہم جو ہیں وہ اکیسویں صدی میں بھی جنگلی دُور کی زندگی گزار رہے ہیں۔ ہمارا مقابلہ جو ہے وہ ایک اڑدھا سے ہے۔ اُس اڑدھا کا مقابلہ اکیلے اکیلے، الگ الگ یا اپنی دودو انج کی مسجدیں بنائے وہ نہیں کر سکتے ہیں۔ ہم سب کو اکٹھا ہونا پڑیگا۔ حالات کا تقاضا یہی ہے۔ بلوچ قوم یا بلوچستانی یا اس سر زمین کے باسی جو ہیں، ان سب کی نظریں آپکی طرف، ہماری طرف لگی ہوئی ہیں۔ کہ ہم خُدارا! اپنے جو ہیں وہ جتنے بھی ہمارے اپنے جو باقی matters ہیں انکو ایک side پر رکھ کر، اپنے جو ہیں لوگوں کو، اپنے عوام کو، ایک پُرسکون، پُر امن زندگی دینے کیلئے ہم اکٹھے ہو جائیں۔ ہم دل و جان سے اکٹھے ہو جائیں۔ ایک تو ہوتا ہے کہ مطلب لوگوں کو دکھاوے کی خاطر، خُدارا! مطلب اب تک جو ہمارے ساتھ game ہو ہے وہ بہت ہوتی رہی ہیں۔ بہت زیادہ ہمیں isolate کیا جاتا رہا ہے۔ آپ کھول کر دیکھ لیں۔ یہاں پر سیاسی پارٹیوں کی جو تاریخ رہی ہیں۔ کبھی جو ہے مطلب ہمیں اکٹھے ہونے نہیں دیا

گیا۔ جان بوجھ کر۔ حالانکہ مطلب ہم جو ہے وہ دل و جان سے۔ اب اگر سردار اختر مینگل صاحب آپ پوچھ لیں، ڈاکٹر عبدالمالک صاحب آپ پوچھیں، even کہ، آپ محمود خان اچنزی صاحب سے پوچھ لیں۔ دل جو ہے وہ ہمارے بالکل اس چیز پر ذہن agree ہیں کہ ہمیں اکٹھے ہونے کی ضرورت ہے۔ اور آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں اکٹھے ہو کر جدوجہد کریں۔ otherwise یہ ہے کہ اگر ہم pieces بٹے رہیں گے۔ تو جس طرح سے مختلف ادوار میں ہمارے ساتھ جو کھلی کھلی جاتی رہی۔ آگے بھی ایسے ہی ہو گا۔ آگے بھی ہم لاشیں اٹھاتے رہیں گے۔ آگے بھی ہماری بہنیں بیوہ ہوتی رہیں گی۔ آگے بھی ہمارے ماڈل کی گودیں اُجھاڑی جائیں گے۔ تو خُدار! مطلب یہ ہے کہ ضرورت اس بات کی ہے اس بات جو تقاضا کرتا ہے آج کا وقت، آج کا ذور، کہ ہم اکٹھے ہو جائیں۔ اور اپنے عوام کو ان مشکل حالات میں اکیلے چھوڑنے کی بجائے انکے مقدمے کو بہت ہی طریقے سے لڑیں۔ شکریہ۔ strong

جناب اسپیکر: شکریہ جی۔ عبدالکریم صاحب۔

میر عبدالکریم نوшیروالی: میں گزارش کروں گا آپ سے کہ سردار صاحب جو تشریف آور ہیں یہاں۔ ماضی میں 1997، 1998ء میں آپ نے جو گولایا تھا، آپ double سمجھ گئے آج اُس سے مذعرت کریں۔ اور ساتھ ساتھ یہ کہیں سمجھ گیا کہ وہ کو جو آپ نے لایا، جمہوریت کو drop کر کے break کا گیا، آج اُس کا مذعرت کریں۔ thank you جناب اسپیکر صاحب۔

جناب اسپیکر: وہ کو نہیں تھا کریم نوшیروالی صاحب۔ parliamentary system کا حصہ تھا۔ کوئی اسمبلی کی تحلیل نہیں کی گئی تھی۔ (مدخلت)۔ نہیں، وہ بھی پتہ ہے نا۔ نہیں آپ تشریف رکھیں، آپ 1985ء سے یہ گیمیں کھلتے آرہے ہیں، ابھی ایک اور چال آپ ڈال رہے ہیں۔

میر عبدالکریم نوшیروالی: آپ معافی مانگیں۔

جناب اسپیکر: نہیں اسیں نہیں پڑتے۔ بیٹھ جائیں نا۔ کریم نوшیروالی صاحب۔ بیٹھ جائیں نا۔ ابھی بیٹھ جائیں۔ معافی انکو مانگی چاہیے جنہوں نے بہت بڑی گیمیں کھلی ہوئی ہیں۔ ہیں نا۔ نہیں چھوڑ دیں۔

سردار اختر مینگل صاحب ابھی You like to take the Floor?.

سردار محمد اختر مینگل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ شکریہ جناب اسپیکر! اس سے پہلے an law situation کی order کی پر جو بحث ہو رہی ہے، بلوچستان کی جو مجموعی صورتحال ہے، میرے خیال میں آج وہ next day ہے، جس پر ہم کوشش تو کریں گے، دل کھول کر اس پر بات کریں، بلوچستان کے حالات جو

face کے جارہے ہیں۔ جن میں اہل بلوجستان شب و روز جس کوفت میں اور جس خوف میں بتلا ہیں۔ لیکن چونکہ آج ہماری اسمبلی میں پندرہ سال کے بعد پہلا دن ہے۔ جو oath ہمیں دیا گیا ہے جناب اپنے صاحب! وفاداری کا اس سے پہلے میں اُس پر بات کروں، میں اُن تمام اراکین بالخصوص پولیٹیکل پارٹیوں کے پارلیمانی لیڈران کا، خواتین کا، جنہوں نے with the golden words سے انہوں نے جو مجھے welcome کیا، میں شاید اپنے آپ کو اس قبل نہیں سمجھتا جناب اپنے صاحب! جن الفاظوں میں انہوں نے میری تعریف کی یا ہماری جدوجہد پر جن زریں الفاظ میں جو بیان کیا، We are still in the processes. جب ہم اپنی منزل تک پہنچے ہیں۔ ہم جب عوام کے سامنے سُرخ ہوں۔ بالکل اُنکے یہ الفاظ میرے لئے قابل قدر ہیں۔ انکی میں قدر کرتا ہوں اور شکریہ بھی ادا کروں گا اُن تمام اراکین کا، بالخصوص Leader of the House، ڈاکٹر عبدالمالک بلوج صاحب کا۔ اور تمام پارلیمانی اراکین کا۔ جناب اپنے صاحب! آج ہم نے پھر سے ایک وہ کڑوا گھونٹ پی لیا۔ With I tried my level best to dilute it. اسکو dilute کر کے a sugarcoated، but still stucked in my throat. Why?. History، جو ہے۔ جو past history جس سے، اس ملک کی وفاداری کی ہمیں جو قسم دی جا رہی ہے۔ اُس نے، اُس خوبصورت بلوجستان کو، جس کو قبرستان میں تبدیل کیا ہوا ہے۔ وہ ہم سب کے گلے میں آج تک اُنکا ہوا ہے۔ کس طرح اسکو ہم اپنے گلے سے نکالیں گے؟۔ اُن لوگوں کا اعتماد ہم کس طرح بحال کریں گے؟۔ کیا، حسب روایت گذشتہ کی اسمبلیوں کی طرح ہم آکے یہاں پر جوشی لقریبیں کر کر کے، خوبصورت الفاظوں میں اس ایوان کی چار دیواری اور میڈیا کو متاثر کر کے، اپنا بوجھ ہلکا کرنے کی کوشش کریں گے۔ یا، حقیقتاً وہ بلوجستان جس کو باہر سے، ممالک سے لوگ جنگی حالات کے بتلا ہونے کے بعد یہاں پر آ کر کے پناہ لیتے تھے۔ آج اس بلوجستان کا Son of soil کے مختلف علاقوں میں پناہ کا طلب گار ہیں۔ وہ بلوجستان جو دنیا کے مہاجرین کو جس نے پناہ دی۔ وہ بلوجستان جس کو بلوجستان سے مہاجرستان بنایا گیا ہے۔ آج اُسکے ماں، پناہ کیلئے دوسروں کے ممالک میں ڈریدر کی ٹھوکریں کھارہ ہیں۔ ہمیں اُس بوجھ کو کس طرح اٹھانا ہوگا؟۔ ہمیں، وہ لوگ جنہوں نے ہم پر اعتماد کر کے، ہم سے امیدیں کر کے۔ یہ صرف ہم سے انہوں نے جناب اپنے صاحب! امیدیں نہیں کی ہیں۔ کہ ہم اچھا لباس زیرِ تن کر کے اسمبلیوں کے photo-sesion Floor پر very black colored pictures۔ پہلے تو ہمارے زمانے میں next day اخباروں میں اپنی تصویریں،

تھی آج کل تو ماشاء اللہ ہماری خوبصورت colored pictures and white اُسکے لئے ہم آتے ہیں۔ یادہ لوگ جنہوں نے ننگے پیر، بھوک، پیاس اور گردنگی گرمی ہو یا سردی میں کھڑے ہو کر کے قطاروں میں ہمیں ووٹ دی ہیں۔ وہ اسلئے نہیں دیئے جناب اسپیکر! کہ ہم صرف پاکستان کی وفاداری کا حلف اٹھا کر اپنے آپ سے اپنا بوجھ ہٹا دیں۔ کیا ہم تمام اراکین اسمبلی، بشمول میں، کیا ہم نے اس سرزی میں پر جس پر ہم پیدا ہوئے ہیں، جس پر ہمیں مرننا ہیں۔ اور جس پر ہمیں دفن ہونا ہیں، ہم نے کبھی اسکی وفاداری کی قسم اٹھائی ہے؟ نہیں جناب اسپیکر! کیونکہ اسکی وفاداری کی جب ہم قسم اٹھاتے ہیں۔ تو ہم پر غداری کی labels گ جاتی ہیں۔ تو جب ہم اسکے وفادار نہیں ہو سکتے جناب اسپیکر! تو پاکستان کے وفادار کیسے ہو نگے۔ (ڈیک بجائے گئے۔ وزیر گلیری سے تالیوں کی آوازیں)۔

جناب اسپیکر: گلیری میں بیٹھے دوستوں سے گزارش ہے کہ آداب ہیں اسembly کی کتابیاں نہیں بجائی جاتی ہیں۔ آپ سنیں۔

سردار محمد اختر مینگل: ہمیں اس مٹی کا وفادار ہونا ہوگا۔ ہمیں اُن شہیدوں کی راہوں پر چلانا ہوگا جنہوں نے اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ ہم نے تو صرف اپنا وقت دیا ہوا ہے۔ انہوں نے تو اپنی زندگیاں وقف کی ہیں۔ جن کی بدولت آج ”بلوچستان“، ”بلوچستان“ کھلا رہا ہے۔ آج بلوچستان دُنیا کے اس خطے میں، چاہے وہ زنجیروں میں قید ہیں۔ چاہے اسکی ماؤں، بہنوں کے سر سے دوپٹے اٹھائے جا رہے ہیں۔ چاہے اُنکی عزتیں تاتار کی جا رہی ہیں۔ لیکن آج اگر بلوچستان، اس دُنیا کے نقشے میں بلوچستان کا نام ہے تو وہ اُن شہیدوں کی قربانیوں کی وجہ سے ہیں۔ اُن میں، دور و قبیل، میں کبھی نہیں بھولوں گا نواب محمد اکبر خان بگٹی کی شہادت کو۔ میں حبیب جالب کی شہادت کو فراموش نہیں کر سکتا۔ میں نواب نوروز خان اور اُنکے ساتھیوں کی شہادت کو فراموش نہیں کر سکتا۔ اور ایسے ہی میثاق نامعلوم سپاہی جنہوں نے بلوچستان کی راہ اپنی جانیں قربان کی ہیں۔ ہمیں اُنکے خون کے قطروں کی قسم کھانی پڑیں گی، پھر آ کے ہم اسکے وفادار ہوں گے جناب اسپیکر。Once more میں اُن تمام اراکین کا شکریہ ادا کروں گا۔ جب law and order کی situation discuss ہو گی جناب اسپیکر! تو اُس پر مزید بات کریں گے۔

جناب اسپیکر: شکریہ۔ ابھی Government Benches سے۔ سرکاری کارروائی۔ نصر اللہ صاحب! ابھی بعد میں موقع دیں گے۔

جناب نصر اللہ خان زیرے: جناب اسپیکر! ایسا ہے کہ ہمارے منظور کا کڑ صاحب آرہے تھے۔

گیٹ پر انکورو کا گیا۔

جناب اسپیکر: کیوں انکورو کا گیا؟۔

جناب نصراللہ خان زیرے: تو آپ اپنے آفس کے ذریعے ان سے contact کریں۔

جناب اسپیکر: وجہ کیا ہے؟۔

جناب نصراللہ خان زیرے: اُنکے ساتھ اُنکا PS بھی تھا۔ اُنکو نہیں چھوڑا جا رہا تھا۔ حالانکہ میں، آپ دیکھیں اسے میں بہت سارے لوگ آئے ہیں۔

جناب اسپیکر: صحیح ہے۔ عظم داوی صاحب! فوراً کسی کو سمجھیں۔ اسکا تدارک کریں۔ نواب شاہوں ای صاحب آپ پیش کریں گے یہ سرکاری Bill؟ کیونکہ اُنکی ڈیوٹی لگائی ہے وزیر اعلیٰ صاحب نے۔ وزیر مالیات یا وزیر اعلیٰ صاحب۔ سرکاری benches سے آپ ہی بیٹھے ہوئے ہیں، As a Minister، یہ پڑھ لیں آپ۔ بلوجتن پلک پر وکیور منٹ ریگولیٹری اتحاری کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2013ء)۔ یہ پڑھ لیں آپ۔

سرکاری کارروائی برائے قانون سازی

نواب محمد خان شاہوں (صوبائی وزیر): میں بحثیت صوبائی وزیر، وزیر اعلیٰ /وزیر مالیات کی جانب سے بلوجستان پلک پر وکیور منٹ ریگولیٹری اتحاری کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2013ء) پیش کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: تحریک پیش ہوئی۔ وزیر مالیات! بلوجستان پلک پر وکیور منٹ ریگولیٹری اتحاری کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2013ء) کے بابت اگلی تحریک پیش کریں۔

نواب محمد خان شاہوں (صوبائی وزیر): میں وزیر اعلیٰ /وزیر مالیات کی جانب سے تحریک پیش کرتا ہوں کہ بلوجستان پلک پر وکیور منٹ ریگولیٹری اتحاری کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصدرہ 2013ء) کو بلوجستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انصباط کا رجحیہ 1974ء کے قاعدہ 84 کے تفاصیل سے مشتمل قرار دیا جائے۔

جناب اسپیکر: سوال یہ ہے کہ بلوجستان پلک پر وکیور منٹ ریگولیٹری اتحاری کا (ترمیمی) مسودہ قانون

مصدرہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصروفہ 2013ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انصباط کا رجحیہ 1974ء کے قواعدہ 84 کے مقتضیات سے مستثنی قرار دیا جائے؟۔ ہاں یا نہیں؟۔ تحریک منظور ہوئی۔ بلوچستان پیک پروکیور منٹر گیو لیٹری اتحاری کا (ترمیمی) مسودہ قانون مصروفہ 2013ء (مسودہ قانون نمبر 4 مصروفہ 2013ء) کو بلوچستان صوبائی اسمبلی کے قواعد و انصباط کا رجحیہ 1974ء کے قواعدہ 84 کے مقتضیات سے مستثنی قرار دیا جاتا ہے۔ ابھی نواب شاہوائی صاحب! آپکو اگلی تحریک پیش کرنی ہے یہ NCHD والی۔ قرارداد نمبر 2۔

مشترکہ قرارداد نمبر 2۔

نواب محمد خان شاہوائی (صوبائی وزیر): شکریہ۔ ہر گاہ صدارتی آرڈیننس 2002ء کے ذریعے بلوچستان کے اضلاع بولان، جھل مگسی، نصیر آباد، مستونگ، چاغنی، خضدار، واشک، آواران، ہرنائی، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ اور ضلع پنجور میں (نیشنل کمیشن فارہیون ڈولپمنٹ) پروگرام تعلیمی پسمندگی کے خاتمے اور شرح خواندگی میں اضافے کیلئے شروع کیا گیا تھا۔ جس کے تحت مذکورہ اضلاع میں تعینات اساتذہ اور ملازمین نے اس پروگرام کو فعال کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ لیکن اب اس پروگرام کو ختم کیا جا رہا ہے۔ جس سے اساتذہ اور ملازمین میں سخت تشویش اور بے چینی پائی جاتی ہے۔ لہذا یہ ایوان صوبائی حکومت سے سفارش کرتا ہے کہ وہ وفاقی حکومت سے رجوع کرے کہ وہ NCHD پروگرام اور انکے دفاتر کو بند کرنے کے فیصلے پر نظر ثانی کرے۔ تاکہ مذکورہ اساتذہ اور ملازمین میں پائی جانے والی بے چینی کا سد باب ہو سکے۔

جناب اسپیکر: جی، مشترکہ قرارداد پیش ہوئی۔ آپ اسکے بارے کچھ کہیں گے۔ میرے خیال میں یہ تو سارا House، ایوان کی مشترکہ قرارداد ہے۔ اسکو میرے خیال میں pass ہونی چاہیئے۔ pass ہونے دیں۔ یہ بلوچستان کی بھلائی کیلئے ہے۔ pass ہونے دیں۔ میں آپکو خود اس سلسلے میں عرض کروں گا۔ pass ہونے دیں۔ سوال یہ ہے کہ مشترکہ قرارداد نمبر 2 منظور کی جائے؟۔

جناب نصراللہ زیریے: جناب اسپیکر! اسمیں کچھ اضلاع کے نام نہیں ہیں وہ اسمیں ڈالے جائیں تو بہتر ہو گا۔

جناب اسپیکر: قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ یہ سب ہیں۔ جی۔ جی اسمیں جو بھی ڈالنے ہیں وہ please ڈالیں۔ تشریف رکھیں۔ اچھا! تشریف رکھیں۔ جتنے بھی اضلاع جن کے نام نہیں ہیں، آیا انکو شامل کیا جائے؟

ٹھیک شامل کیا جاتا ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان:

جناب اسپیکر! یہ جو NCHD ہے یہ پورے بلوجستان کا پروگرام تھا۔ اور یہ ٹول بلوجستان میں wind-up کیا جا رہا ہے۔ یہ پیپلز پارٹی کے دور میں last-days میں اسکو wind-up کر رہے تھے۔ یہ بنیادی پروگرام ہے۔ اس سے ایک ترووزگار ملا ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ گر اس روٹ لیول پر اسی میں ایجوکیشن کو promote کر رہے تھے۔ تو یہ جو چند اصلاح ہیں۔ اس قرارداد میں اسکو ترمیم کر کے مکمل بلوجستان کے حساب سے اسکو جو ہے نال ترتیب دے کے، اسکو منظور فرمایا جائے۔ شکر یہ۔

جناب اسپیکر: جی۔ نواب شاہوانی صاحب! سارے جتنے اصلاح کا نام رہ گیا ہے، وہ اسی میں شامل کریں۔ House متفقہ طور پر agree کرتا ہے، وہ شامل ہوں۔ آپ کی ذمہ داری بنتی ہے کہ کوئی ضلع رہ نہیں جائے۔ Being a Provincial Minister. Thank you.

تو قرارداد منظور ہوئی۔ ابھی آتے ہیں امن و امان کے سلسلے میں تقاریر پر۔ تو سب سے پہلے نام بھیجا ہوا تھا سدار مصطفیٰ خان ترین صاحب نے۔ آپ تھا ویزدیں کہ جس کی پالیسی بنائی ہے حکومت کا۔ کہ پھر کیسے آپ نے امن و امان سننگا لانا ہے۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اسپیکر صاحب! سب سے پہلے تو میں اختر جان کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ جناب والا! آج جو ہم لوگ امن و امان کے مسئلے پر بحث کر رہے ہیں، ایسے حالات میں کر رہے ہیں کہ پاکستان دشمنگردی کی لپیٹ میں ہے۔ امن و امان تباہ ہو چکا ہے۔ جناب والا! حقیقت میں امن و امان جو اس پاکستان میں آج بگدرو ہا ہے، یہ آ مریت کا تحفہ ہے۔ ضیاء الحق اور انکے ساتھی مشرف کے دور میں ہمارے ہاں دشمنگردی کی بنیاد، پاکستان کو امن و امان کی تباہی کا ذمہ دار آ مریت ہے۔ ضیاء الحق کے دور سے ہمارے پاکستان کی سرزی میں کو اوروں کے حوالے کر دی گئی تھی۔ اور یہاں پر لوگ آ کر انکی دشمنگردی کے اڈے بنائے جا رہے تھے۔ اور ہمارے حکمران، ضیاء الحق صاحب، جزل مشرف یہ انکی مدد کر رہے تھے۔ اور افسوس کی بات ایک طرف تو آ مریت اور ہمارے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے کچھ سیاسی پارٹیوں نے اسیں بھی یہ اپنا حصہ بہت زیادہ ڈالا۔ جیسے کہ آ جکل لوگ کہہ رہے ہیں کہ امن و امان تباہ ہو رہا ہے۔ اسیں فلاں ملکوں کا ہاتھ ہیں۔ بھائی یہ پہلے بتایا جائے کہ اسکو یہاں پاکستان کے سرزی میں پرلانے کی سب سے زیادہ جوانہوں کی مدد کی ہے وہ کون تھا؟۔ ضیاء الحق کے ساتھ کون تھا؟۔ جزل مشرف کے ساتھ کون تھا؟۔ اُس وقت تو کوئی نہیں بول رہا تھا۔ سوائے چند پارٹیاں اسیں خاص کر میں پشتو انخواہ ملی عوامی پارٹی کے، جو ریکارڈ پر ہے کہ اُس نے

ہمیشہ اس چیز کی خلافت کی تھی۔ کہ پاکستان بر باد ہو جائیگا۔ پاکستان میں دہشتگردی زیادہ آ جائیگی۔ ہوش کے ناخن لو۔ اور جو پاکستان کی سر زمین دوسروں کے حوالے کیا ہے اس پر غور کیا جائے۔ جناب والا! یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ شکر ہے۔ آج میدیا بھی آزاد ہیں آج اخباریں بھی آزاد ہیں۔ اور آج لوگوں میں بھی ہمت ہو گئی کہ کچھ تو بول لیتے ہیں اور کچھ لکھ لیتے ہیں۔ کہ پاکستان کو کس نے بر بادی کے کنارے پر کھڑا کیا۔ جناب والا! میں آسمیں مزید نہیں جاؤں گا۔ اس وقت ہمیں ان باتوں کو بھول کر کے اور انہوں سے سبق سیکھ کر کے اس اپنے ملک اور اس صوبوں کو اس دہشتگردی سے پاک کرنا ہو گا۔ ایمانداری سے، سچائی سے۔ اور ایسا نہیں ہو جناب والا! یہ نہیں ہو سکتا ہے کہ اسمبلی میں کچھ کہتے ہیں اور باہر پھر کچھ کرتے ہیں۔ یہ پھر ملک اس بر بادی سے کبھی بھی نہیں نکل سکتا۔ آج تو شکر ہے جناب والا! جو بھی ہے لیکن ایک بات سچ ہی ہے۔ کہ جزل کیانی نے جمہوریت کو آگے چلنے میں بڑی ہمت کی ہے۔ اور اس دن، بار بار اُنکے بیانات آئے ہیں۔ کہ اس ملک میں دہشتگردی کی یہ جنگ ہمارے ہیں۔ لیکن لوگ اسکو مانے کیلئے تیار نہیں ہے کہ یہ جنگ ہمارا ہے۔ بھائی! یہ ہمارا جنگ ہے۔ ہمارے فوجی مارے جا رہے ہیں ہزاروں کی تعداد سے مارے گئے ہیں، ہمارے پلیس مارے جا رہے ہیں ہمارے استاد ہمارے ڈاکٹر ہمارے انجینئر سب کو مارا جا رہا ہے۔ اور پھر کہتے ہیں کہ یہ ہمارا جنگ نہیں ہے۔ یہ افسوس کی بات ہے کہ میرے بھائی کو مارا جا رہا ہے میرے بھتیجے کو مارا جا رہا ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ یہ میرا لڑائی نہیں ہے۔ بھائی پھر کونسا ہے۔ آپکی لڑائی اس غلط فہمی سے ہمیں نکلنا چاہیے۔ اور صحیح راستے پر آنا چاہیے۔ اور سچ بولنا چاہیے۔ کہ بھئی ہمیں دہشتگردی کو کس کا ہاتھ ہے۔ اور اس ہاتھ کو پکڑنا چاہیے۔ جوان درونی ہو یا بیرونی، یہاں اندر رونی بہت سی ہاتھ ہیں۔ یہاں جو کچھ ہو رہا ہے جناب والا یہ ہم لوگ کر رہے ہیں، خود کش ہم لوگ کر رہے ہیں۔ بیگناہ لوگوں کو ہم لوگ مارے جا رہے ہیں۔ ہم لوگ مارتے ہیں۔ اور اوپر سے اسلام کسی اور کو دیتے ہیں اور سچ کہنے کہ ہمت نہیں رکھتے ہیں۔ جناب والا! بڑے افسوس کی بات ہے کہ ہمارے مسجدوں میں خود کش دھماکے ہوتے ہیں۔ ہمارے قبرستانوں میں ہم اپنے لوگوں کو دفن کرتے ہیں۔ جنازوں میں خود کش حملے ہوتے ہیں۔ ہسپتاوں میں خود کش حملے ہوتے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اور اس پر ہم چپ رہتے ہیں۔ اور ہم لوگ یہ نہیں کہتے ہیں کہ یہ غلط حرکت ہے۔ یہ اسلام میں جائز نہیں ہے۔ جناب والا! سب کو پتہ ہے ہمارے کچھ علماء کرام نے اس پر فتوے دیئے۔ لیکن صحیح دو دن کے اندر اسکو مارا گیا۔ کس جرم کی سزا اسکو دی گئی؟۔ اس جرم کی سزا دی کہ انہوں نے سچ بولا۔ اور صحیح اسلام بیان کی۔ کہ یہ اسلام میں ناجائز ہے۔ ہمارے ملک کے خطیب نے اسکو حرام قرار دیا ہے۔ عرفات کے خطیب نے، عرفات کے دن انہوں نے حرام قرار دیا ہے۔ اور ہمارے یہاں کے

بڑے انسوں کے ساتھ کہتے ہیں کہ کچھ ایسے لوگ ہیں۔ کہ اسکو حرام نہیں کہتے ہیں۔ اسکو کوئی اور رنگ دیتے ہیں۔ تو اس وجہ سے جناب والا! میں صحیح راستہ اختیار کرنا ہو گا۔ ورنہ یہ بھی آپ یاد رکھیں جناب والا! کہ یہم ہیں یہ اور بڑھیں گے۔ خود کش اور ہو جائیں گے۔ ڈشٹرکر دی اور بڑھیں گے۔ اگر ہم لوگوں نے ساتھ نہیں دیا۔ ایک زبان ہو کر کے انکے خلاف اٹھ کھڑے نہیں ہوئے تو جناب والا یہ پاکستان ایک سخت ڈشٹرکر دی کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ جناب والا! ہمارے یہاں مختلف ڈشٹرکر دی ہو رہی ہے۔ مختلف ناموں پر۔

جناب اپنیکر: مصطفیٰ ترین صاحب! میں بس آپ سے گزارش کروں گا کہ سات منٹ ایک ممبر کے ہوتے ہیں۔ تو اُسی میں رہ کر، پھر وہ بھی بتا دیں کہ حل کیا ہے۔ بابت صاحب! آپکے بعد ہیں۔ پھر ڈاکٹر اچنڈی ہیں۔ پھر ولیم برکت صاحب ہیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جناب والا! مختلف ناموں پر یہاں ڈشٹرکر دی کی جاتی ہیں۔ ایک تو بڑا مسئلہ جو آج کل ہمارے خیال میں پاکستان کو ڈشٹرکر دی کی لپیٹ میں لا کیں گے ایک سُنّتی اور شیعہ کا مسئلہ ہے۔ ہمارے صوبے میں سب سے بڑا مسئلہ شیعہ سُنّتی کا ہے۔ اور جہاں، یہاں جو بھی نقصانات ہوئے ہیں جناب والا جانوں کی اور ہمارے پولیس کی ہمارے انتظامیہ کی۔ ہمارے ڈی سی، سپاہی، ایف سی جو بھی مارے گئے ہیں جناب والا وہ اس ڈشٹرکر دی کی نظر ہو چکے ہیں۔ اسکے حل کی ضرورت ہے اسکو حل کرنا چاہیے۔ یہاں پاکستان میں نہ سارے سینیوں کو مارا جاسکتا ہے کروڑوں کے حساب سے ہیں۔ نہ کسی شیعہ کو بٹھایا جاسکتا ہے۔ حقیقت میں دیکھا جائے یہ ہماری بس کی بات نہیں ہے۔ ہمارے صوبے کی بس کی بات نہیں ہے یہ اور لوگوں کی بات ہے۔ دنیا اگر کہے یا نہیں کہے حقیقت کو اگر سارے رکھا جائے تو یہ ایران اور سعودی کا جنگ ہے۔ اور اسکو بلوچستان کو اسکی لپیٹ میں دے دیا گیا ہے سب کو پتہ ہے۔ اور یہ سعودی اور ایران یہاں صوبے کے ماتحت نہیں ہیں۔ ہمارے ایجنسیاں جہاں تک ہماری معلومات ہیں انہوں نے سارے روپرٹیں مرکز کو دیتے ہیں کہ بھی یہاں سنی اور شیعہ کا فساد جو ہے یہ سعودی اور ایران کا ہے اور سعودی ایران کا یہ جنگ سارے پاکستان کو اپنی لپیٹ میں لے گا۔ یہ نہ نہیں سکے گا۔ اگر ہمارے حکمران اور ہماری ایجنسیاں مل بیٹھ کر کے یہاں اسکا حل نہیں نکالیں گے یہ ہمارے صوبے کی بس کی بات نہیں ہے یہ مرکزی ہے۔ وزیر اعظم اور اُنکا کابینہ، ہمارے ایجنسیاں اور ادارے ہمارے فوج کے جزو ہمارے فوج کے سربراہ بیٹھ کر کے اسکا صحیح حل نکال سکتے ہیں۔ جو حقیقت ہے وہ ہم لوگوں کو معلوم نہیں ہیں۔ 100% حقیقت ہمیں معلوم نہیں ہے کہ اس ملک میں کیا ہو رہا ہے لیکن ہماری ایجنسیوں سے کوئی بات چھپی نہیں ہے سب کو معلوم ہے۔ سب کچھ معلوم ہے کہ کون کر رہا ہے اور کہاں سے ہو رہا ہے تو ہماری تجویز یہ ہے

اسمیں کہ جناب والا یہ مرکز کو اس میں قدم اٹھانی چاہیے ہماری ایجنسیوں کو ایجنسیوں کے سربراہوں کو اور ہمارے فوجی سربراہوں کو اس پر ایمانداری سے قدم اٹھانا چاہیے اور بیٹھ کر کے اسکا حل نکالنا چاہیے آپکو معلوم ہجناب والا کہ پاکستان کے عوام سب امن چاہتے ہیں۔ لیکن ایک بات ہے اگر وہ بھی فیصلہ کریں ہمیں سیاسی پارٹیوں کو انکی ہاتھ مضمبوط کرنی چاہیے ایسا نہ ہو جناب والا کہ وہ حقیقت میں آئیں اور فیصلہ کریں۔ اور پھر ہم لوگ ایک دوسرے پر کچھ اچھا لیں کہ نہیں بابا یہ نہیں ہے۔ نہیں ہم سیاسی پارٹیوں کو ایمانداری سے انکو صحیح دہشتگردی کو ختم کرنے کیتے ہماری فوج اور نواز شریف وغیرہ سارے کامیبہ کا ہاتھ مضمبوط کرنی چاہیے تب ہم جا کر کے اس دہشتگردی سے ہم مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ہمارے فوجی مارے جا رہے ہیں ہمارے پولیس مارے جا رہے ہیں ہمارے ڈاکٹرز سب کچھ انجینئرز سب اس صوبے میں، لیکن ہم لوگ تو یہاں فرار دادیں لاتے ہیں کہ ظلم ہوا ہے۔ یہ جبر ہوا ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب اسپیکر صاحب! law and order پر معزز ایوان بحث کر رہے ہیں اور آفسرز گلری میں نتو پولیس کی نمائندگی ہے نہ ہوم کی ہے نہ کوئی بی تی کا کمانڈنٹ کی نمائندگی ہے ہم سب تجاویز دینا چاہتے ہیں۔

جناب اسپیکر: وہ ہمیں B.C. Commandant کی نمائندگی نہیں چاہیے ہمیں گورنمنٹ کا نمائندہ چاہیے جو ادھر سے نوٹ کر لیں۔ وہ ابھی سب بیٹھے ہوئے تھے وہ M.C. صاحب کے پاس چلے گئے ہیں۔
سردار عبدالرحمن کھیتران: آئی جی صاحب کا اور ہوم کا نمائندہ ہونا چاہیے ہم تجاویز دے رہے ہیں۔
جناب اسپیکر: ہوم سیکرٹری صاحب، اُس سے بڑا ہوتا ہے آئی جی سے بھی۔ یہ تو ہم نے آئی جی کو اپنے سر پر سوار کر لیا۔ لیکن ہوم سیکرٹری جو ہے وہ کرتا دھرتا ہوتا ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیتران: جناب! ہم تجاویز دے رہے ہیں وہ تو کم از کم نوٹ کر لیں۔
جناب اسپیکر: جی بالکل وہ صدر صاحب نوٹ کر رہے ہیں بیٹھے ہیں۔

جناب عبد اللہ جان بابت: واقعگا جمالی صاحب! یہ جو باقی میں یہاں پر ہو رہی ہیں law and order سے متعلق۔ آپ تجاویز مانگ رہے ہیں نہ آئی جی پولیس ہے اور ایف والے تو اس سے بالکل مبررا ہیں۔ وہ میں بار بار کہتا ہوں کہ ایف سی والوں کو بھی یہاں آنا چاہیے۔ اور law and order کا جو ہے وہ ایف سی کے حوالے سے ہے۔

جناب اسپیکر: ایک منٹ تشریف رکھیں میں آپکو بتاتا ہوں۔ بیٹھیں میں آپکی وضاحت کر دیتا ہوں۔

وہ چیبر میں دوسرے مسئلے حل ہوتے ہیں یہ مسئلہ نہیں ہوتا ہے۔ بابت صاحب! ایک منٹ میں گزارش کر دوں، سُنیں، سُنیں۔ بابت صاحب! please ایک منٹ بیٹھ جائیں please بیٹھیں میں وضاحت کر دوں۔ مصطفیٰ صاحب! ایک منٹ تشریف رکھیں حامد صاحب آپ ایک منٹ تشریف رکھیں میں بتاتا جاؤں۔ جو بحث ہوئی ہے وہ initiate ہوئی ہے قائد ایوان کی طرف سے۔ وہ تو اور بات ہے میرے بھائی! بیٹھیں تو صحیح ناں۔ بیٹھیں، بالکل، please تشریف رکھیں آپ بیٹھیں ناں امن و امان سے اُسکا تعلق نہیں ہے۔ بابت صاحب! اگر جائزت دیں۔ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ حامد صاحب میں آپ کو ایک بات بتاتا ہوں۔ اچھا! بات سُنیں، جی بالکل ruling یہ ہے، نہیں آپ دو منٹ صبر کریں ناں بابت صاحب بیٹھیں تو صحیح please تشریف رکھیں۔ ایک منٹ۔ یہ بھئی! مجھے وضاحت تو کرنے دیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: قرارداد ہو اُسکا متعلقہ بیورو کریمی کا نمائندہ، Head of the Department کو موجود ہونا چاہیے۔

جناب اسپیکر: صحیح ہے یہ آپ کی بات درست ہے۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: آپ اُسکو حاضر نہیں کرتے ہوں۔

جناب اسپیکر: جی ایک منٹ، گزارش ایک کرتا چلوں۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: جی۔

جناب اسپیکر: گزارش یہ ہے کہ یہ پڑیشی پیغام move کی ہے۔ قائد ایوان نے کہ امن و امان پر تجویز آنی چاہیے۔ قائد ایوان کی اس وقت نمائندے اس وقت اُنکے وزیر کر رہے ہیں نواب محمد خان شاہ وہی صاحب۔ اس طرح طریقہ ہوتا ہے نمبر 1۔ اور گلریز میں پارلیمنٹری افسروں کے سیکرٹری بیٹھے ہیں وہ نوٹ کرتے جا رہے ہیں۔ آپ نیا سیکرٹری ہوم تعینات ہوا ہے۔ اُس نے چارج لینا تھا۔ پرانا والا post-out ہو گیا۔ course پر چلا گیا، ایک۔ باقی جو آپ وفاتی resolutions صحیح ہیں وہ مشترکہ اسمبلی کی resolutions صحیح جاتی ہیں وفاتی حکومتوں کو اور انکو مطلع کیا جاتا ہے کہ ہمارے احساسات یہ ہیں جیسے اُس دن پی آئی اے کی ہم نے کی ہے۔ تو اُسکی حیثیت، دیکھیں ہمیں ڈی ایس ریلوے یا اڈھر مینگر پی آئی اے سے تو کام نہیں کرنا ہے۔ بابت صاحب! ایک منٹ تشریف رکھیں ناں بات سُنیں ناں ہماری جو قرارداد ہے وفاتی وزیر کے پاس جاتی ہیں ہم اُسکے ڈی ایس اور اسکو کیا کریں گے پی آئی اے کے مبنی کو ادھر۔ وہ پی آئی اے کے ایم ڈی کو ہم کہیں گے کہ یہ غلط ہو رہا ہے ایم ڈی کو منگوائیں گے جب آپ کمیٹی بنائیں گے تو منگوائیں گے

نال؟۔ بابت صاحب! جس دن آپ کی میٹیز بن گئیں یہ پیش ہونگے۔ آپ کی میٹیز بھی ابھی تک نہیں بنی ہیں۔ تو اس نواب شاہوانی صاحب کی ڈیوٹی ہے کہ جو آپکے points ہیں وہ نوٹ کریں اور پارلیمنٹری افیئرز کے جو سیکرٹری ہیں وہ بھی میٹھے ہیں وہ نوٹ کرتے ہیں ان چیزوں کو۔ اور ڈاکٹر عبدالمالک صاحب آدھے گھنٹے کیلئے ایک سرکاری میٹنگ میں گئے ہیں وہ بھی واپس آ جائیں گے۔ آپ ٹریشری بخواہی اپنی of Leader the House کو اتنی مہلت تو دیں کہ وہ آدھے گھنٹے میں اپنی میٹنگ کر کے واپس آ جائیں۔ ہاں نال و نمائندگی تو کر رہا ہے اسی لیئے تو کر رہا ہے۔ وہ انکا یہ ہوتا ہے کہ وہ نوٹ کرنا ہوتا ہے ٹریشری بخواہی۔ مصطفیٰ صاحب! آپ اپنی تقریر کو میٹیز پھر عبد اللہ بابت صاحب بولیں گے۔

جناب اسپیکر: ابھی سمیٹتے جائیں کیونکہ پندرہ اٹھارہ منٹ آپ نے تقریر کر لی ہے یہ دس منٹ کی بجائے۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: شکریہ جناب اسپیکر۔ دوسرا ہمارے ہاں، ہمارے سیاسی پارٹیوں کی، ہمارے صوبے میں جو حالات ہیں۔ کچھ ہمارے بھائی ناراض ہو کر کے چلے گئے ہیں۔ حقیقت میں ہر چیز جو ہے وہ جمہوری طریقے سے کرنی چاہیے۔ یہاں بہت سی پارٹیاں ہیں لیکن ہر ایک اپنی جمہوری طریقے سے اپنی جدوجہد کر رہا ہے۔ اپنے حق مانگنے میں کوئی پابندی نہیں ہے یہ کوئی پاکستان کے خلاف کوئی بات نہیں کر رہے ہیں۔ لیکن جمہور کے اندر رہتے ہوئے جدوجہد کرنا، پارٹی بنانا ہر ایک کا حق ہے۔ جلوسوں جلوسوں سے حق مانگنا ہے۔ لیکن شنوں سے یہ سارے طریقے جمہوری ہیں۔ جناب والا! ہمارے صوبے کے حالات۔ دوسرا یہ ہے کہ ہمارے کچھ بھائی ناراض ہو کر کے چلے گئے۔۔۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اسپیکر: بس بولنے دیں نا انکو۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: آئیں گے بتائیں گے۔ بتائیں گے۔ بتائیں گے تسلی۔

جناب اسپیکر: بارہ بجے کے بعد آپ لوگ لڑنے شروع کر دیتے ہیں پشتوخوا اور جمعیت والے۔ جی آگے بڑھیں۔ چلیں آگے بڑھیں تقریر کریں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: جمعیت والے بیچارے میں ایک قصہ آپکو سناوں۔

جناب اسپیکر: نہیں تقریر کریں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: نہیں نہیں، ایک بات پھر کہوں گا۔

جناب اسپیکر: بس پھر آگ لگا جا۔

سردار غلام مصطفی خان ترین: اختر جان صاحب جو وزیر اعلیٰ تھے تو اُس وقت ہم لوگ حزب اختلاف میں تھے اور مولوی صاحب وغیرہ جو تھوڑہ حکومت میں تھے۔ تو ایک دفعہ ایسا ہوا۔ انکی پریشانی میں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ بات ایسے ہوا کہ مولوی واسع صاحب نے مجھے ایک چٹ بھیجا کہ آپ دروازے پر آئیں میں نے آپ سے ایک بات کرنی ہے۔ یہ آج مولوی واسع نہیں ہیں اگر ہوتے تو اچھا ہوتا۔ تو میں باہر جب نکلا تو انہوں نے کہا کہ ہم حکومتی آدمی ہیں۔ ہم لوگ یہ باتیں نہیں اٹھاسکتے ہیں آپ اٹھا لیں یہ بات۔ میں نے کہا ٹھیک ہے۔ ہم نے بولا چلو مولوی صاحب! اسی راستے سے چلو، اپنے۔ بولتا ہے چھوڑو۔ ہمارے دل خون کے آنسو۔ ہم اس دروازے پر نہیں جائیں گے۔ بیزار ہے اس دروازے سے۔ تو یہ لوگ ابھی انکے جو ہیں دل خون کے آنسو رور ہے ہیں پروادا نہیں اسکو کچھ کہنے دو جو کچھ کہیں پروادا نہیں ہے۔ یہ بیچارہ اُسی ملاش میں ہے۔ جناب والا! تو یہاں نواب اکبر گٹھی صاحت کی شہادت کے بعد۔ میں نے جیسے پہلے کہا کہ یہاں اور سارے پاکستان میں آگ جو ہے وہ آمریت نے لگائی ہے۔ جزل مشرف نے یہاں ظلم و جرکی ہے۔

جناب اسپیکر: تجویز دیتے جائیں۔

سردار غلام مصطفی خان ترین: جناب والا! انہوں نے کہا کہ آپ نام لے لو۔ نام لے رہا ہوں میں۔ کیا کروں۔ تو انہوں نے بمباری کی۔ ہمارے اس عوام کے ساتھ ہمارے اس صوبے کے عوام کے ساتھ، بلوچوں کے ساتھ انہوں نے ظلم اور جرکیا۔ اور ظلم جب یہاں تک کہ نواب اکبر گٹھی کو انہوں نے بھوں سے اڑایا۔ کس بات پر نواب اکبر گٹھی کو۔ میں نے ایک دفعہ عبدالقدار بلوج کا انٹرو یو TV پر سنا۔ انہوں نے کہا کہ نواب اکبر گٹھی کے مسئلے جو ہیں، مطالبے تھے، وہ حل ہو چکے ہیں۔ اور نواب گٹھی ایئر پورٹ پر بیٹھا ہوا ہے۔ کہ اسلام آباد سے جہاز آیا گا اور نواب صاحب اسلام آباد جا کر کے۔ سارے مسئلے حل ہو چکے تھے۔ لیکن کچھ سازشی لوگوں نے اس معاهدے کو ختم کر دیا۔ اور جہاز نہیں بھیجا گیا۔ اس سلسلے کے نواب اکبر گٹھی جمہوری طریقے سے کر رہا تھا۔ تو جناب والا یہ ہو گئی آمریت کی وجہ سے۔ ہمارے صوبوں کے ساتھ، عوام کے ساتھ، سب کے ساتھ انہوں نے ظلم کی۔ تو اس ظلم کی وجہ سے ہمارے کچھ ساتھی جو تھے، وہ ناراض ہو گئے۔ اور اس ظلم و جرکے خلاف وہ اٹھے۔ تو آج وہی لوگ، یہ تو میں حقیقت میں بہت خوش ہوں کہ اختر جان بھی آج آیا۔ یہ اس صوبے میں امن لانے کیلئے ایک بڑا کردار ادا کر سکتے ہیں۔ اور انشاء اللہ ہماری امید ہے کہ وہ اس صوبے میں امن لانے میں، وہ اپنا کردار ادا کرتے رہیں گے۔ باقی رہا جناب والا! یہ ہمارا تجویز ہے۔ نواب اکبر گٹھی کے لیے اکثریت۔۔۔۔۔

جناب اسپیکر: آج آپ نے عبدالرجمیں زیارت وال کا time بھی لے لیا۔ کچھ تو خیال کریں ناں آپ کے

پانچ اور ممبر زبانی ہیں۔

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: بس ہو جائیگا ہو جائیگا انشاء اللہ ہو جائیگا۔ نواب اکبر گٹھی کے خاندان بھی سارے یہاں پر موجود ہیں۔ ان سے رابطہ کیا جائے۔ نواب خیر بخش مری خود یہاں ہیں۔ اُنکے بیٹے یہاں ہیں۔ ان سے رابطہ کیے جائیں۔ مجھے تو معلوم نہیں ہے کہ جیسے اُس دن نام نہیں لوگا کہ کسی نے کہا کہ بھئی! یہاں پر ہم لوگ تو کہتے ہیں کہ ہم بات چیت کریں گے۔ بھائیوں سے۔ لیکن کوئی قدم آگئے نہیں بڑھتا ہے۔ میرا یہ تجویز ہے کہ اس کمیٹی سے۔ کمیٹی وزیر اعلیٰ کی سربراہی میں کمیٹی بنایا جائے۔ یا اپنیکر کے سربراہی میں کمیٹی بنایا جائے۔ اس ایوان سے۔ وہ اداروں سے بھی بات کریں۔ اصل مسئلہ یہاں جو ہے جناب والا! میری خیال یہ ہے کہ سب کچھ حل ہو سکتا ہے۔ لیکن یہاں اعتماد نہیں ہیں۔ بھروسہ نہیں ہیں۔ اور وہ بھروسہ جو ہم لوگ کرتے ہیں یا سیاسی لوگ کرتے ہیں۔ یہ جونا راض لوگ ہیں۔ وہ بھروسہ کس پر نہیں رکھتے ہیں جناب والا تھی بات ہے کہ وہ ایجنسیوں پر بھروسہ نہیں کرتے ہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب کمیٹی بنائیں۔ اور ان ایجنسیوں کے ساتھ۔ ہمارے فوجی اداروں کے ساتھ بیٹھ کر کے اور یہ بھروسہ کیا جائے کہ کل یہ وہ ناراض بھائی ہیں۔ کوئی معاهدے پر آتے ہیں۔ کوئی بات چیت پر آتا ہے۔ کوئی ایسا معاهدہ نہیں ہیں وہ غصے میں کوئی کہہ جاتا ہے کہ بھائی بس ہم اس گھر میں رہیں گے نہیں۔ وہ تو ہم لوگ اپنے بھائیوں میں بھی جھگڑا ہو جاتا ہے۔ اور ہم اپنا گھر چھوڑ کر کے باہر جاتے ہیں۔ لیکن بعد میں لوگ اُٹھتے ہیں، بیٹھتے ہیں اور واپس بناؤ کر، وہ اپنے گھر میں آ جاتے ہیں۔ بات دراصل یہ ہے کہ بھروسہ کون دیگا؟ ضمانت کون دیگا؟۔ میرے چھوٹے سے علم میں ہے۔ ہمارے نواب خیر بخش مری ناراض ہو کر کے افغانستان گیا ہوا تھا۔ اور پھر اُنکے ساتھ معاهدہ ہو کر کے انکو لایا گیا۔ میری معلومات کے تحت، ہو سکتا ہے کہ غلط ہو۔ کوئی کمیٹی معاهدے پر، ہماری ایجنسیاں، ہماری حکومت نے اُنکے ساتھ معاهدے پر صحیح نہیں اُترا۔ تو جناب والا! تجویز ہمارا یہ ہے کہ سب سے پہلے ہمیں ایجنسیوں سے بات کرنی ہیں۔ نواز شریف کی سربراہی میں۔ کہ بھئی آیا۔ جیسا میں نے کہاں سب ادھری ہیں۔ ایک دو باہر ہیں۔ اُنکے لیے بھی کوئی مشکل نہیں ہے۔ کوئی نہیں ہے۔ بلوچ پشتون میں قبائلی روایات کے متعلق ہم لوگ ایک دوسرے کو بہت عزت دیتے ہیں۔ ایسی بات نہیں ہے کہ کوئی کسی کے پاس جائے بات کرنے کے لیے۔ تو وہ انکار کریں۔ یہ ہماری روایات میں ہیں۔ تو جناب والا کمیٹی بنایا جائے، صحیح معنوں میں۔ نواز شریف کی سربراہی میں ہو تو، بہت اچھا ہوگا۔ تو ایجنسیاں اور فورسز سے بات کرنی چاہیے۔ صحیح معنوں میں کرنی چاہیے۔ کہ بھائی! ہم لوگ جائیں گے ان سے بات کریں گے، پہلے تو ہمیں آپ ذمہ داری دیں۔ یہاں پانچ سال باتیں ہو رہی تھیں کہ بات چیت ہو رہی ہے۔ سب سے پہلے جو یہ ہر روز لاشیں

چھکنی جاری ہیں۔ اسکو بند کرنا چاہیے۔ یہ شرط ہے۔ اور دوسری طرف سے بھی کہ یہ شرط ہونا چاہیے کہ آپ بھی یہ روزانہ کھبروں کو نہیں ماریں۔ کسی ناتی، دھوپی کو نہیں مارو۔ کسی ایسے آدمی کو نہیں مارو۔ توبات آ کر کے۔ نہیں ہو سکتا ہے کہ قد میں اگر دیکھا جائے، پاکستان ایک مضبوط ملک ہے اسیں کوئی شک نہیں ہے۔ اسکو ختم کرنا ہمارے خیال میں بہت وہ ہے۔ تو جناب والا! میری یہ تجویز ہے۔ تیسرا، ہمارے مولوی صاحبان سے۔ حقیقت میں یہاں طالب ازم بھی ہو رہا ہے۔ میں نے آپ سے، اُس دن مولوی عبدالواسع نہیں ہیں۔ انہوں نے ہمیں بتایا کہ بھائی! اپنے پیشین پر آپ نظر کھیں۔ پیشین میں حالات بہت خراب ہو رہے ہیں۔ وہاں ڈیشنٹرڈی کی ٹرینگلیں ہو رہی ہیں۔ کون کر رہا ہے؟۔ اور تیسرا بات یہ ہے جناب والا! ہمارے مولوی صاحبوں کو میں یہ اپیل کرتا ہوں کہ وہ مسجدوں میں تبلیغ کریں۔ ڈیشنٹرڈی کے خلاف کریں۔ امن کی طرف لوگوں کو لا کیں۔ ہم لوگ سب مل کر کے سیاسی پارٹی، اسیں اپنا پنا کردار ادا کریں۔ تو انشاء اللہ یہ صوبہ ایک امن اور ایک خوشحال صوبہ بن سکتا ہے۔

جناب اپیکر: شکریہ جی شکریہ

سردار غلام مصطفیٰ خان ترین: نہیں نہیں جناب والا! ایک ہے۔ اور آخری بات۔ آخری بات جناب والا! ہمارے یہاں اداروں نے جو پرائیویٹ ملیشیے بنائے ہوئے ہیں۔ اور اپنے ہی لوگوں پر اغواہ برائے تاوان کر رہے ہیں۔ لوگوں کو اغوا کیا جا رہا ہے۔ گاڑیاں اغوا کی جاتی ہیں۔ بھتے خوری لے رہے ہیں۔ یہ ہمارے اداروں کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ آپ نے جو رہاریاں دی ہوئی ہیں۔ جو لوگوں کے جیبوں میں کارڈز پڑے ہوئے ہیں۔ اسکو خدارا اسکو بند کرو۔ یہاں جو فتنیات کے اڑے، ہمارے ایجنسیوں کی مدد سے چل رہی ہیں اسکو بند کیا جائے۔ سب کو معلوم ہے کہ یہاں پرائیویٹ ملیشیے کس نے بنائے ہوئے ہیں۔ لوگ کون اغواہ کر رہا ہے۔ جناب والا! حقیقت میں۔ کیا بولوں سچ بولوں تو تبھی لوگ ناراض ہوتے ہیں۔ نہیں بولوں لوگ پھر ناراض ہوتے ہیں۔ سب سے پہلے بات یہ ہے کہ ہمارے یہ جو کراچی اور کوئٹہ سے بیس جاتی ہیں۔ سب کو معلوم ہے کہ وہاں کون بھتے لیتا ہے۔ ہمارے پاس کتنے دفعہ یہ لوگ آئے ہیں کہ ہمیں ملاقات دیا جائے۔ ہم کراچی اور کوئٹہ کے بسوں والے۔ تو نام لینا پڑیگا بُرا بات ہے سب کو معلوم ہے کہ کون لیتا ہے۔ اور اس آدمی پر کس کا ہاتھ ہے؟۔ ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔ آپ نے بس نہیں گزارنا ہو گا۔ اگر آپ اتنا ہمیں نہیں دیں گے۔ آپکے بس کو ہم کراچی جانے نہیں دیں گے۔ کیوں؟۔ ہمارے ادارے خود بربادی لارہے ہیں۔ اس صوبے کی بربادی میں ہمارے ایجنسیوں کا ہاتھ ہے۔ بند کریں یہ پرائیویٹ ملیشیے۔ اپنے پالے ہوئے غنڈہ اور بدمعاش

اور قاتلوں کو جانہوں نے اپنے گود میں بٹھایا ہے۔ اس سے انہوں نے تو بہ کرنا ہو گا تب یہ صوبہ ایک امن والا صوبہ بن سکتا ہے۔ حقیقت میں جو بھی ہمارے ایجنسیاں اس صوبے میں امن خراب کرنے میں 50% اسکا کردار ہے۔ تو جناب والا! یہ ہماری تجویزیں ہیں۔ اس پر باقی لوگ بھی بولیں گے۔ آخر میں میں سب سیاسی پارٹیوں سے یہ اپیل کرتا ہوں کہ خدا را یہ صوبہ ہمارا صوبہ ہے۔ یہ میں ہمارا ہے۔ یہاں کے عوام جس تکلیف میں زندگی گزار رہے ہیں، سب کو معلوم ہے۔ خدا کے لیے اُنھوں کھڑے ہوں۔ اور دوسرا جناب والا! اُس دن جزل کیاںی صاحب اور نواز شریف نے اب بلکہ ہمارے وزیر داخلہ صاحب چوہدری صاحب نے جو ایک پریس کانفرنس کی تھی کہ سب سے پہلے بات چیت کا راستہ لینا چاہیے۔ اور امن لانا چاہیے۔ نہیں ہو تو پھر ساری پارٹیاں مل کر کے اسکے لیے کوئی جو بھی راستہ صحیح ہو گا پاکستان اور ہمارے صوبے کو خوشحال بنانے کے لیے، ہم لوگ، سب مل کر کے ایک آواز ہو کر کے، چھوڑ دو یہ سیاسی باتیں۔ کون جیتا ہے کون نہیں جیتا ہے۔ یہاں تو ہم لوگ یہ کر رہے ہیں۔ کہ بس ایک بات کرتے ہیں کہ اس پر ہم کو پانچ ووٹ ملے گا نہیں۔ چھوڑو۔ ہم کو ابھی یہ کرنا ہے کہ ہم نے پاکستان اور اس صوبے کو کس طرح بچانا ہے۔ ہم نے خدا کو حاضر و ناظر ہو کر کے اس پر قدم اٹھانا چاہیے۔ تو انشاء اللہ ہم سب بر بادی سے نکل جائیں گے۔

جناب اپیکر: ٹھیک ہے شکریہ۔ جی آپ نے کافی time لیا۔ تین ممبرز کا time لیا۔ میرا رائکین سے گزارش ہے، محترم ممبروں سے کہ سات سے دس منٹ میں تجاویز دیں، مفصل باتیں تو ہو چکی ہیں۔ اور جو لیڈر ہیں اپنے پارٹی کی، وہ بارہ سے پندرہ منٹ زیادہ سے زیادہ ہیں۔ آغا رضا صاحب Please, as a Leader of your party. موقع دینا ہے۔

سید محمد رضا: **بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ**۔ شکریہ جناب اپیکر آپ نے موقع دیا۔ سب سے پہلے تو دہشتگردی اور امن و امان کے حوالے سے یہ بات کروں گا کہ There are four different dimensions. صرف ایک دہشتگردی کی یا امن و امان کی خراب صورتحال کی کہیں۔ کہ یہ اس سے جان نہیں چھڑایا جا سکتا۔ سب سے پہلے فرقہ وارانہ دہشتگردی کے حوالے سے میں بات کروں گا کہ جس طرح سے ایک خاص فرقہ دوسرے تمام لوگوں کیلئے عرصہ حیات نگ کیتے ہوئے ہے اور corner سے لگا کے اُنکو confinement کی زندگی گزارنے پر مجبور کر رہا ہے۔ اس دہشتگردی کا اگرچہ تعلق جوڑا جاتا ہے مذہب کے ساتھ۔ لیکن جناب اپیکر! اسکا مذہب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ پیشکش will ہے اسکے پیچھے۔ پیشکش

مقاصد ہیں اسکے پیچے۔ جس طرح بتیں ہو رہی ہیں کہ یہ دلخیجی مالک کی جنگ ہے۔ ایران اور سعودی عربیہ کا جو کہ یہاں لڑی جا رہی ہیں۔ تجاویز دیتے ہوئے میں آؤنگا اُسکی طرف کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے کوئی پالیسی ہمیں اپنانی چاہیے۔ صرف اتنا کہوں گا یہاں۔ اور دوسرا point کی طرف بڑھوں گا میں کہ اگر یہ بعض ممالک کی جنگ ہے جو یہاں لڑی جا رہی ہے تو اُسکو روکنے کی ذمہ داری کس کی ہے بہر حال؟۔ ہماری ایجنسیاں کیا کر رہی ہیں؟۔ اگر انکے ساتھ برادرانہ تعلقات ہیں ہمارے تو کیا ہم اپنا احتجاج نہیں ریکارڈ کرو سکتے ہیں اُن سے؟۔ اور یہ صوبائی سطح کا مسئلہ نہیں ہے۔ وفاقی حکومت کو step by step ہو گا اس پر۔ اُنکو بات کرنی پڑ گئی تو ان کے ساتھ جو کہ بقول انکے اپنی لڑائی یہاں لڑ رہے ہیں۔ اگر ایسی بات ہے تو کیا ایسی چیز مانع ہے ایسی کیا چیز رکاوڑ بن رہی ہے کہ وہ بات نہیں کر سکتے ہیں۔ پھر آگے بڑھتے ہیں طالبان نازیش کی طرف۔ اُسکے لیے میں کہوں گا کہ سو اس سے جو کچھ ہوا مالا کنڈ میں جو ہوا اور ہمارے ملک کے شمال میں جو کچھ ہو رہا ہے جو کچھ ہوا۔ بلوچستان اُسکی زد سے محفوظ نہیں ہے کسی بھی وقت یہ لا ایساں پھٹ سکتا ہے۔ جس طرح سے انکی nourishment کی جا رہی ہے جس طریقے سے اُنکو یہاں محفوظ پناہ گا یہاں فراہم کی جا رہی ہیں، یہ لا وجہ بھی پھٹے گا تو جو صورت حال سو اس کے مظلوم عوام نے face کیا وہ ہمیں بھی face کرنا پڑ گا اگر اسکی روک تھام نہیں کی گئی تو۔ تیسرے بات پر آتے ہیں۔ گورنمنٹ installations کی اور اُسکو sabotage کرنے کی۔ تو جناب اسپیکر ایسی تمام قوتیں جو یہ سب کر رہی ہیں یا کروارہی ہیں یا کسی کے بہکاوے میں آ کے کر رہی ہیں۔ اُنکو خدار بھرانا اور صرف اتنا کہہ دینا کہ They have their reservations. آپ یہ دیکھیئے کہ آیا انکی reservations جائز ہیں یا نہیں ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جائز ہیں۔ لیکن طریقہ کار اُنکا صحیح نہیں ہیں۔ اگر فیڈریشن سے اگر اُنکو وفاق سے کچھ تحفظات ہیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر کوئی سیلر یہاں بستا ہے صدیوں سے تو اُسکو target کیا جائے۔ یہ بات ماننے والی ہے کہ بلوچستان کے ساتھ نا انصافیاں ہوتی رہی ہیں ماضی میں پاکستان بننے کے فوراً بعد سے یہ نا انصافیاں ہوتی رہی ہیں اور جاری ہیں ابھی تک بلکہ اپنی بدترین شکل میں جاری و ساری ہیں۔ نمبر 4۔ جناب اسپیکر! طالبان نازیش کا جتنا بڑا خطرہ ہے اُس سے کہیں زیادہ خطرہ جس کی طرف میں نے ابھی اشارہ کیا ہے انواع برائے تاوان بھتہ خوری ٹیکس وصولی جس طرح ابھی معزز رکن نے کہا کہ پرائیویٹ ملیشیاء کے through، جناب اسپیکر! ایک تو سرپرستی حاصل ہے تو یہ کہ رہے ہیں ورنہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی شخص یہ ساری کارروائیاں کر کے پھر بھی بچا ہو، یہ ہوئی نہیں سکتا۔ اگر اتنے دھڑلے سے انواع برائے تاوان بھی جاری ہے، ثار گٹ کلگنگ بھی جاری ہے اور لوگوں کا قتل عام

بھی ہورہا ہے چوری چکاری بھی ہورہی ہے اور گرفت میں شاز و نادر کوئی آتا ہے۔ اسکا مطلب یہ ہے کہ انکی سرپرستی ہورہی ہے کہیں نہ کہیں سے انکی سرپرستی ہورہی ہے from within the Establishment. جناب اپیکر! یہاں ایک تھوڑا سا پس منظر بیان کرنا چاہونگا افغانستان کے حوالے سے کہ 1979ء میں جب دو سپر طاقتوں کی جگہ کو ہم نے جہاد کا نام دے کر اپنے لوگوں کو انہیں جھونکا۔ (مداخلت)۔ بابت صاحب! میں آرہا ہوں اُس طرف۔

جناب اپیکر: دیکھیں بابت صاحب! آپ خود جمہوریت پسند انسان ہیں، اگلے کو اپنا اظہار خیال کرنے دیں۔ دیکھیں اگلے کو اظہار خیال کرنے دیں یہ جمہوریت کا اصول ہے۔۔۔ (مداخلت)۔ جی جی بولنے دیں بابت صاحب please۔۔۔ (مداخلت)۔ یہ تو بعد کی باتیں ہیں نا بابت صاحب! آپ اپنی تقریر میں بتا دیں نا۔

سید محمد رضا: آپ بعد میں اسکی تصحیح کر لیجئے گا۔

جناب اپیکر: بابت صاحب! please سُننے کی عادت ڈالیں۔ آپ جمہوریت پسند شخص ہیں۔ دوسروں کو سُننیں پھر اپنی بات کریں۔ چلیں رضا صاحب آپ continue کریں۔

سید محمد رضا: میں یہاں حوالہ دوں گا جناب اپیکر! ناروے کے ایک اخبار کی کہ انہیں سابقہ C.I.A کے Chief کا ایک بیان چھپا تھا آج سے کوئی دس گیارہ سال پہلے۔ کہ انہوں نے trillions of dollars گیارہ سالوں میں خرچے، 1968ء سے لیکر 1979ء تک تاک ایسی فضاء ہموار ہو سکے تاکہ Russia کو مجبور کیا جاسکے کہ وہ افغانستان میں آئے۔ اس حوالے سے میں نے یہ بات کی کہ دو سپر طاقتوں نے افغانستان کے مظلوم عوام کو افغانستان کی سر زمین پر اپنے لیئے تجربہ گاہ بنایا۔ اور اسکا کاریخیر میں دوسرے سارے ممالک بھی پیچھے نہیں ہیں۔۔۔ (مداخلت)۔

جناب اپیکر: بابت صاحب! please، بھائی اگلا بات کر جائے آپ صبر اور حوصلہ سے سُننیں پھر اپنی تقریر میں جواب دینا۔ یہ تھوڑا صبر اور حوصلہ۔ جمہوریت کا یہ اصول ہے پھر جب آپکی باری آئے تو وضاحت کیجئے گا۔ بولنے اور سُننے کی عادت ڈالیں۔

سید محمد رضا: جی جناب اپیکر انکی باری آجائے تو وہ وضاحت کر لیں۔ جناب اپیکر! اس کاریخیر میں کوئی بھی پیچھے نہیں رہا، جتنے بھی ممالک ہیں چاہے وہ ہمسایہ تھے چاہے وہ ذور دراز کے تھے، سب نے اس کاریخیر میں حصہ لیا۔ میں افغانستان کی بات کر رہا ہوں۔ وہاں کے مظلوم عوام کی بات کر رہا ہوں چاہے اسکا

تعلق کسی بھی گروہ سے ہو چاہئے اُسکا تعلق کسی بھی طبقے سے ہو۔ تاریخ ساز مظالم ان پر ڈھائے گئے ہیں اتنا ظلم ڈھایا گیا۔ اور جس طرح کل ہمارے دوست فرماء ہے تھا یہاں کہ اُسی وقت جناب والی خان صاحب نے یہ بات کہی تھی کہ یہ آگ جو ہم دوسروں کے ملک میں لگا رہے ہیں یہ آگ ہمارے اپنے ملک تک بھی پہنچے گی۔ اور یہ نظرت کا قانون ہے۔ یہاں میں آغا شاہی کا بھی حوالہ دون گا کہ 1980ء میں جب ضیاء الحق نے بُلا کے انکو کہا تھا کہ میں یہ adventure افغانستان میں کرنے جا رہا ہوں تو آغا شاہی نے فوراً استغفار دے دیا تھا اور آج کے صورتحال کی نقشہ کشی کی تھی آغا شاہی نے۔ 1994ء میں انٹرو یو ڈیتے ہوئے انہوں نے یہ باتیں کہیں کہ اگر اس وقت ضیاء الحق یہ adventure نہیں کرتا افغانستان کا جو انقلاب تھا، جیسے بابت صاحب فrama رہے ہیں۔ اُسی میں دوسروں کی مداخلت نہیں ہوتی، ہر ایک ملک کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے future کے حوالے سے اپنی راہ کا تعین کریں۔ یہاں پر جو سب سے بڑی بات ہے کہ دوسروں کی مداخلت نے اور خصوصاً آسمیں ہم پیش پیش رہے ہیں جناب اپیکر۔ اس adventure میں ہم پیش پیش رہے ہیں۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ ضیاء کے بدترین آمرانہ دور میں لگی گوچے ہمارے خون سے رکھیں ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم نے آوازِ بُند کی، اُسکی آمریت کے خلاف چاہے وہ اسلام آباد میں ہوں چاہے وہ کوئی نہ میں ہوں عملدار روڈ پر۔ ہمیشہ ہم نے آوازِ بُند کی۔ اور اچھی بات ہے کہ بعض ایسی قومیں جو آج جمہوریت کا راگ اُلاپنے ہیں لیکن اُس زمانے میں انہوں نے ہماری مخالفت کی تھی کہ آپ ریاست کے خلاف فوج کے خلاف بول رہے ہو۔ عجیب بات تو یہ ہے کہ جب حکومت وقت کے خلاف کوئی بات ہوتی ہے اُسکا ریاست سے کوئی تعلق نہیں ہوتا وہ حکومت کی غلط پالیسیوں پر تنقید ہو رہی ہوتی ہے۔ ہم نے تنقید کی، ضیاء کے آمرانہ دور کی۔ ضیاء کے غلط پالیسیوں کی۔ جس نے افغانستان کے مظلوم عوام کو نشانہ بنایا اور غلط پالیسیوں کا نتیجہ ہم آج تک بھگت رہے ہیں۔ جناب اپیکر! اُسکے بعد سلسلہ نہیں رکتا۔ کل زیرتوال صاحب نے بہت اچھی بات کہ دوسری غلطی سے کبھی بھی پہلی غلطی نہیں چھپائی جاسکتی۔ یا اُسکی rectification نہیں کی جاسکتی۔ پہلی غلطی کا سد باب ہونا چاہیے۔ اُسکے بعد ایک اور تجربہ کیا گیا طالبان کی صورت میں۔ جو کچھ ہم نے کیا۔ اور اب بھی ہم سبق نہیں سیکھ رہے ہیں۔ یہ افغانستان کی جنگ سے اکتائے ہوئے جتنے بھی component ہیں، جتنے بھی actors ہیں۔ اب شام کو اپنا نشانہ بنائے ہوئے ہیں۔ اور ہم اب بھی اس سے سبق حاصل نہیں کر رہے ہیں اور وہاں پر ہماری مداخلت جاری ہے۔ بھئی! تمین ملک، تمین بارڈرز پار یہاں تو ایک بہانہ بنایا گیا ہے کہ اگر اس انقلاب کو روکا نہیں گیا تو یہ انقلاب بلوچستان کی گرم پانیوں تک رسائی کیلئے ہیں۔ اُس وقت یہ بہانہ تراشا گیا۔ اب ہمارے پاس کونسا بہانہ ایسا ہے

جب تین ملک پارہم ایک آزاد ریاست میں مداخلت کر رہے ہیں۔ انکا کام ہے۔ وہاں پر بھی سارے یہی Actors ہیں جو اپنا کام کر رہے ہیں جنہوں نے افغانستان کو بر باد کیا۔ اب شام کی باری ہے۔ انکو کر لینے دیں جو وہ کر رہے ہیں۔ ہمیں ان سے کیا لینا دینا۔ آپ یقین جانیئے جناب اسپیکر کہ اس آگ سے بھی ہم محفوظ نہیں رہیں گے۔ اب بھکر میں جو کچھ ہورہا ہے یہ وہ اسکا شاخمانہ ہے۔ یغرتیں پھیلیں گی یہاں پر۔ جتنا ہم دوسروں کے معاملات میں interference کریں گے ہمارا اپنا گھر جلنے گا۔ مشرف کا دور آیا، جب ایک جمہوری حکومت کو پیٹ کر کے ایک انتہائی بھوٹے انداز سے۔ اُس وقت بھی ہم نے آواز اٹھائی۔ 16 MPO اور بہت سارے دوسرے cases اب بھی ہمارے لوگ بھگت رہے ہیں۔ مشرف کی مخالفت کی پاداش میں۔ علماء پر پابندی لگادی گئی کہ آپ کو کہہ نہیں آ سکتے ہو۔ کیوں؟۔ کیونکہ وہ مشرف کے مخالف تھے اور مشرف کے خلاف بنا عکِ ڈھل تقریریں کرتے تھے۔ اور ہمارے پاس ایسے دوست جو آج ہمیں کہتے ہیں کہ آپ انتہا پسند ہو۔ جمہوری دور میں تو وہ چلا تے ہیں۔ آ جاتے ہیں۔ آ مرانہ دور میں کچھ ایسی جماعتیں ہیں جو یہاں پر اٹھ کھڑی ہوتی ہیں۔ اسیمیں بابت صاحب، اسیمیں انکی اپنی جماعت بھی شامل ہیں۔ ہمیشہ انہوں نے آوازِ حق بلند کی ہے۔ لیکن بابت صاحب کے ساتھ مسئلہ یہ ہے کہ لا إلهَ سُنْ کے گفر کافوہ دیتے ہیں اللہ نہیں سُنْتے ہیں۔ پوری بات نہیں سُنْتے ہیں اس وجہ سے۔ میں آتا ہوں ابھی تجویز کی طرف۔ بات بہت زیادہ پھیل جائیگی ہماری غلط افغان اور کشمیر پالیسی کی وجہ سے جو کچھ ہورہا ہے یہ صوبائی سطح کی باتیں نہیں ہیں وفاق کو اس سلسلے میں بات کرنی ہوگی۔ یہاں جو تجویز دی جاتی ہے مختلف forums پر، انتہائی عجیب بات سننے میں آتی ہے۔ ایک تقریب میں ایک ایجنسی کے سربراہ بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے ایک عجیب بات کی کہ آپ اسمبلی کے Floor سے یہ باتیں اٹھائیں، میں نے کہا کہ آپ شاید سُنْ نہیں ہو۔ ہم ہمیشہ یہی باتیں کرتے ہیں۔ نمبر 1۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ انکا کہنا تھا کہ آپ علماء کو ایک ساتھ بٹھائیں۔ دیکھیں! اگر جہاں کہیں تیکھتی کی بات ہوتی ہے اسکا قطعاً یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آپ آ کے میرے رنگ میں رنگ جائیں۔ اگر دو پوپیکل جماعتیں ایک ساتھ بٹھی ہیں، اسکا یہ مطلب نہیں ”کہ آپ کے جو ہمارا آئین ہے جو ہمارا manifesto ہے، آپ بھی اسکی پیروی کرنا شروع کر دیں“۔ نہیں۔ مفاہمت کی بات جب آتی ہے اسکا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ میری respect کریں میں آپ کی tolerance کروں گا۔ قوت برداشت ہونی چاہیئے۔ اسکا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ کے رنگ میں ڈھل جانا چاہیئے completely student۔ جناب اسپیکر! ایک بچے نے جو کہ ایک

اس بات سے آپکے لیئے کچھ وضاحت پیش کر سکوں گا۔ اُس نے ایک بات کی کہ یہ تو ایسا ہی ہے کہ اگر ایک شخص خداۓ وحدہ لاشریک کو مانتا ہے اور کوئی دوسرا شخص بالفرض تین خداوں کی پرستش کرتا ہے تو عذیل اللہ تو اس کا یہ نتیجہ اخذ کیا جائے اُنکو بھٹھا کے ”کہ بھئی! آپ ایک کمی کرو میں ایک بیٹھی کو لیتا ہوں دو دو خداوں پر دونوں متفق ہو جاتے ہیں“۔ یہ بھی تو حل نہیں ہوانا۔ ایک غلط راستہ نکالنا مزید را بیوں کو جنم دینا یہ کوئی دانشمندی نہیں ہے۔ صرف یہ ہے کہ قوت برداشت دکھانی ہو گی ہمیں۔ ہمیں ایک دوسرے کو برداشت کرنا ہو گا جیسا کہ انہوں نے ابھی فرمایا کہ نہ تو کسی سُنی جوان کو ختم کیا جاسکتا ہے نہ تو کسی شیعہ کو ختم کیا جاسکتا ہے تو پھر اس کا بہترین حل یہی ہے کہ جس کا مظاہرہ ضیاء الحق کے دور سے پہلے کرتے ہم چلے آئے تھے۔ نہ کوئی جھگڑا تھا نہ کوئی بات تھی۔ لیکن افغانستان میں interference کی بدترین صورت ابھی ہم بھگلت رہے ہیں۔ تجاویز کی طرف، جناب اسپیکر! یہ نہیں ہے کہ ان ساری چیزوں کو روکا نہیں جا سکتا۔ سب سے پہلی بات ہمیں money-Laundering کو روکنا ہے۔ دھنگردی بغیر پیسے کے ممکن ہی نہیں۔ میڈرڈ میں دھماکے ہوئے لندن میں دھماکے ہوئے۔ امریکہ میں خودکش ہوا twin-towers گرائے گئے۔ انڈیا میں ہوتا ہے ایریان میں ہوا۔ اُسکے بعد پھر نئی دو ہرائی گئی یہ بات۔ سب سے پہلے جو انہوں نے ایک چیز کی کہ money-laundering کا راستہ انہوں نے روکا۔ دوسری چیز بارڈ سیکورٹی کا انتظام۔ جو کہ ہمارے ہاں ہے ہی نہیں۔ خصوصاً بلوچستان میں کوئی بارڈ سیکورٹی نہیں ہے۔ پچھلے دنوں اخبار میں خبر آئی کہ لاکھوں کلوگرام بارود پکڑا گیا یہاں تو بارود بنانے کی کوئی فیکٹری نہیں ہے۔ یہ آئی کہاں سے۔ محمود خان اچنزی صاحب نے کئی بار اس بات کا کہا ہے ٹیلیفون پر میں نے اُنکے interviews سے ہیں ”کہ اگر اسلام افغانستان کے راستے آتا ہے تو یہ ساری ایجنسیاں، اور اتنے سارے چیک پوسٹیں یہ سارے کر کیا رہے ہیں۔ یہ کوئی تک پہنچتا کیسے ہے۔ کوئی بذاتِ خود ایک بارڈ رہنیس ہے؟۔ اگر افغانستان بارڈ رہے وہ بھی کافی دُور ہے۔ ایرانی بارڈ رہی دُور ہے اگر سمندر کا راستہ ہے وہ بھی دُور ہے تو کوئی شہر میں یہ ساری چیزیں آتی کہاں سے ہیں؟“۔

جناب نصراللہ زیریے: Point of order Mr. Speaker.

جناب اسپیکر: دوسرے کی تقریر کو نہیں روکا جاسکتا۔

جناب نصراللہ زیریے: نہیں، نہیں کوئی اور بات ہے۔ You are the Custodian of the House۔ لیکن آپکے اسمبلی کے گیٹ کے اوپر رحمت بلوچ صاحب اور منظور کا کڑ صاحب وہاں بیٹھے ہیں، دھوپ میں۔ اُنکے P.S. وغیرہ کو نہیں چھوڑا جا رہا ہیں۔ تو kindly، ابھی میں اُنکے پاس گیا تھا۔ لیکن وہ

نہیں مان رہے ہیں۔ کہہ رہے ہیں کہ اسپیکر صاحب کو خود ہمارے پاس آنا چاہیے۔ کیوں ہمارے ساتھ یہ ہوا ہے۔

جناب اسپیکر: اسپیکر انکا ہی بھائی ہے۔ Custodian ہیں۔ میں ایوان چلا رہا ہوں۔
میر عبدالقدوس please چل جائیں۔

میر عبدالقدوس (ڈپٹی اسپیکر): کیوں وہ ایسا ہوا تھا۔

جناب اسپیکر: کہ آج وہ security concerns کی وجہ سے نا۔ کہ۔ آپ دو منٹ چل جائیں۔ انکو بتائیں کہ ایوان چل رہا ہے۔ اُسکی وجہ سے کہ۔

میر عبدالقدوس (جناب ڈپٹی اسپیکر): Security purpose MPA's آجائیں، کیلئے، تو وہاں پڑا کی جو حکم کے مطابق انہوں نے کسی اور کوئی چھوڑ رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: جی ہاں وہ pass بنانا ضروری تھا۔ کیونکہ وہ ہمارے پاس ریکارڈ ہو کر کے، کون صاحب آرہے ہیں۔

جناب نصراللہ زیریے: ایسا تھا کہ ابھی بہت سارے لوگ اور بھی بیٹھے ہیں، Visitor نیچے بھی ہیں۔ انکو کہہ دیں کہ انکو وہ pass بنانا کر دیں۔

جناب اسپیکر: میر عبدالقدوس آپ please intervene کریں چل کر ادھر خود ہی۔ اُن سے request کریں کہ ایوان چل رہا ہے۔ آپ میری نمائندگی کریں کہ آج Security concerns۔ آپ خود سمجھتے ہیں کہ اُسی لیئے یہ کیا جاتا ہے۔ آپکی بھلانی کیلئے یہ کیا جاتا ہے۔ MPA's صاحب کو تو اجازت ہے۔ جو P.S. ہے، اُسکا pass بنانا چاہیے اصولاً۔ اور یہ جو visitors بیٹھے ہیں۔ ان سب نے pass بنائے ہیں، دو دن پہلے سے۔ جی، جی۔

جناب سید محمد رضا: جناب اسپیکر! تیرسی تجویز آزاد عدالتیہ اور سزا و جزا کی شفاف عمل کا ہے۔ جب تک کہ یہ عمل شفاف نہیں ہوگا۔ سزا نہیں ہو گئی انکو، جو culprits ہیں۔ یہ سلسلہ کبھی نہیں رکے گا۔ ہمیں یہ کڑوا گھونٹ پینا ہوگا۔ جو سرپرستی کر رہے ہیں یہ لوگ۔ ابھی تک ہوش کے ناخ نہیں لے رہے ہیں وہ۔ انکو اپنی سرپرستی ترک کرنا ہو گی اگر پاکستان بچانا ہے تو۔ شفاف عمل ضروری ہے، سزا و جزا میں۔ other wise روکا نہیں جا سکتا اسکو۔ ایک اور تجویز ہے میری، کہ مدارس کی monitoring ہونی چاہیے۔ چاہے وہ شیعوں کی مدرسیں ہوں، چاہے وہ اہل سنت کے مدرسے ہیں۔ انکی monitoring ہونی چاہیے۔ سب سے پہلے میں

کہتا ہوں علما رہنما پر جو شیعوں کا مدرسہ ہے۔ آکروہاں سے شروع کریں آپ۔ لیکن کریں تو صحیح۔ کہیں سے تو start لیں آپ۔ آپ کہتے ہیں کہ funding ہوتی ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ literature آتا ہے۔ روکنے کی ذمہ داری بہر حال کس کی ہے؟۔ چلیں literature اور کتبی ہیں، face book پر، سوشل میڈیا کے نام پر۔ جو کہ ایک بیبودگی کا بازار گرم ہے۔ کیا cyber-crime کو روکنے کیلئے ہم نے کوئی initiative لیا ہے ابھی تک۔ یا سوچا بھی ہے اس direction میں؟۔ کبھی نہیں۔ وہ literature جو آرہا ہے۔ بنچ بنچ کے ذہن میں راتخ کیا جا رہا ہے۔ اسکو روکنے کی ذمہ داری بہر حال کس کی ہے؟۔ کون کریگا یہ سارا؟۔ جناب اسپیکر! funding مدارس کو جو ہوتی ہے براہ راست۔ اُس پر کڑی نظر رکھنی ہوگی ہمیں۔ literature جو آتا ہے وہاں، اُس پر نظر رکھنی ہوگی ہمیں۔ تاکہ ان ساری چیزوں کا سد باب ممکن بنایا جاسکیں۔ جناب اسپیکر! میں امید کرتا ہوں کہ جتنی ساری باتیں یہاں ہوئیں۔ جو گزارشات ہیں ہماری، ہم سب کی۔ اُن پر علمر آمد کی نوبت بھی آئی۔ فقط نہیں ہوگا کہ "آمدن نشستن اور رخواستم" بلکہ ان ساری تجوادیز پر، اگر وہ قابل عمل ہیں۔ جو کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ قابل عمل نہیں ہیں۔ ساری تجوادیز قابل عمل ہیں۔ اُن میں جتنی اچھی تجوادیز ہیں، اُس پر علمر آمد کو لقینی بنایا جائے۔ تشكیر، بڑی مہربانی۔

جناب اسپیکر: شکریہ جی۔ اس سے پہلے کہ میں Floor دوں اگلے speaker کو۔ میں سردار کمال خان بنگلوری (ایم این اے) کو welcome کرتا ہوں، اس House میں۔ سردار محمد اختر مینگل

Please take the Floor.

speaker ہوگا۔

سردار محمد اختر مینگل: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ جناب اسپیکر! جس مسئلے پر آج ۔۔۔ (ڈیسک جائے گئے)۔ جناب اسپیکر! جس مسئلے پر آج بحث کیلئے آپ نے وقت مقرر کیا۔ ظاہر ایک بلکہ ایک بلوچستان کا ایک نہ کہ دیرینہ مسئلہ ہے بلکہ ایک پیچیدہ بھی مسئلہ ہے۔ امن و امان اس صوبے میں کس طرح لایا جائے؟۔ جناب اسپیکر! میرے خیال میں نے آج دن تک نہ کتابوں میں کہیں پڑھا ہے۔ نہ ہی دنیا میں جن علاقوں میں میں گھوما ہوں۔ وہاں پر physically امن و امان کے جانور کو میں نے اپنی نظر وہ سے دیکھا ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی کہ جس کو آپ محسوس کر سکیں یا اسکو دیکھیں۔ جناب اسپیکر! یہ بات ہمیں دیکھنی ہوگی کہ جس امن و امان کے مسئلے پر آج، ہونا تو یہ بہت پہلے ہونا پا یہی تھا کہ اس پر بحث بھی ہوتی۔ اس پر تجوادیزیں بھی آتیں۔ اور اُن تجوادیز کے بعد اُن پر علمر آمد بھی ہوتا۔ خوش آئند کہوں گا، جناب اسپیکر! آپکی اور Chief Minister کی

کہ انہوں نے اس مسئلے پر وقت رکھا۔ اور ہمیں موقع دیا، اس پر بات کرنے کا۔ لیکن جو تجویزیں دی جائیں گیں، کیا ان پر عملدرآمد ہوگا؟۔ یا حسب روایت ماضی کی طرح، ایوانوں میں ہم تجویزیں بھی دیں گے۔ اور اچھی اچھی تقاریریں بھی کریں گے۔ لیکن جو صاحب اقتدار ہیں۔ جو اقتدار کے دھنی ہیں۔ جنہوں نے ہر وقت جمہوری اقتدار کو اپنی بوٹوں تک control کرنے کی کوشش کی۔ جس نے جمہوریت کے گھوڑے کو اپنی GHQ کی لگام سے جو لگام دینے کی کوشش کی۔ کیا انکو اس بات کا احساس ہوا ہے؟۔ اور کیا واقعی ہم اس خوش فہمی میں ہیں کہ اس ملک میں جمہوریت آئی ہے؟۔ ہم چند لوگ، Election کے ذریعے elect ہو کر، کیا ہم اسکو مکمل جمہوریت کہیں گے جناب اپسیکر!؟۔ جمہوریت تو، اس طرح کی election ضایاء الحق کے دور میں بھی ہوئے تھے۔ جزل مشرف کے دور میں، میرے خیال میں اس ایوان میں کچھ، کئی ایسے ساتھی ہوئے۔ جو اسی ایوان کا حصہ تھے۔ لیکن ہم اسکو بھی جمہوریت کہتے تھے۔ ہم نے اس جمہورت کی، جو ایک قصے، کہانیاں لوگوں کو سنا نہیں ہیں۔ اور اسکی جمہوریت کے دعویدار ہوتے ہوئے۔ جس جمہوریت کو دنیا ماننے کیلئے تیار نہیں تھی۔ بد قسمتی سے اس ملک کے جمہوری لوگ اُس Dictator-ship شدہ جمہوریت کی، آمریت کی گود میں پروٹش پانے والی، اُس اسمبلی کو بھی، انہوں نے جمہوریت کا نام دیا۔ اور آج بھی اگر دیکھا جائے جناب اپسیکر! ہم مکمل جمہوری اگر ہوتے، جمہوریت اس ملک میں ہوتی، تو ہر منتخب کو جو ہے GHQ کے دروازے کھلانے نہیں پڑتے۔ اپنے اقتدار کو بچانے کیلئے، اپنے اقتدار کی معیاد کو بڑھانے کیلئے، یہاں پر Brigadiers اور Generals کی آؤ بھگت کرنی نہیں پڑتی۔ تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہم ابھی تک جمہوریت کی اُس لفظی معنی سے بھی ناواقف ہیں۔ جناب اپسیکر! امن و امان کیلئے ضروری ہے کہ انصاف کے اُن تقاضوں کو پورا کیا جائے۔ اور اُس سے پہلے، آج جب ہم اپنی تجویزیں دیں گے۔ میں آپ سے، قائد ایوان سے یہ سوال کروں گا کہ وہ قوتیں جو ذمہ دار ہیں، بلوچستان میں گشت و گون کی۔ وہ قوتیں جنہوں نے پانچواں Military Operation جو بلوچستان میں ہنوز جاری ہے۔ 1948ء، جس وقت اس ملک کی بنیاد رکھی گئی۔ اُسی دن اس ملک کی آئین، اس ملک کی بنیاد میں بیگناہ بلوچوں کا خون شامل کر دیئے گئے۔ 1958ء، 1962ء، 1973ء جب یہاں پر ملک کا آئین بنایا گیا جناب اپسیکر! آج وہ آئین جس کی ہم قسمیں اٹھاتے ہیں۔ کیا اُس آئین کی تمام اوراق پر بیگناہ بلوچوں کے خون کے دھبے آج بھی ہمیں دکھائی نہیں دے رہے ہیں؟۔ اور جب جزل مشرف جب Chief Executive بن کر آئے۔ وہ Operation جو انہوں نے شروع کیا۔ کیا آج تک اُس Operation کے خاتمے کا، گزشتہ کی جو حکومت تھی۔ چاہے اُسیں Provincial

ہو۔ چاہے آپکی National Government کے خاتمے کا باقاعدہ اعلان کیا؟۔ معافیاں تو مانگیں جناب اسپیکر۔ صدر زرداری نے بھی معافیاں مانگیں۔ جزل مشرف نے بھی، اُسکا تو اندازِ بیان کچھ اور ہی تھا۔ مگر اُس نے معافیاں مانگیں۔ لیکن اُس معافیوں کے بدلے میں بلوچستان کے لوگوں کو کیا دیا گیا؟۔ نا انصافیاں، دَر بدروی، لاشیں، مسخ شدہ لاشیں، بچوں کو تینیں کر دیا گیا، عورتوں کو بیوہ کیا گیا، بہنوں کے سر سے دو پتے اٹھائے گئے۔ تو پھر آپ اُمن و امان لائیں گے کیسے جناب اسپیکر؟۔ تو میرا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ قوٰ تیں، کیا اُنکی نتیں تبدیل ہوئی ہیں بلوچستان کے حوالے سے؟۔ کیا اُنکا mind-set کو آج دن تک ہمیں دکھائی دے رہا ہے۔ وہی نوآبادیاتی طرزِ حکومت، بنانے کو تو انہوں نے ایوان بھی بنائے ہیں۔ معدودت کے ساتھ جناب اسپیکر۔ پہلا دن ہے میں تنقید کرنا نہیں چاہتا صوبائی حکومت پر۔ لیکن بات جب اُمن و امان کی آئی ہے۔ تو وہ چیخ و پکار جو ہے اُن ماڈ، بہنوں کی ہمارے کانوں میں ابھی آ رہی ہیں۔ تو اُن آ ہوں، چیخ و پکار کی مجبوری کی وجہ سے اگر میں اس صوبائی حکومت پر تنقید کرتا ہوں، تو اسکی میری غلطی تو نہیں کہوں گا۔ میری کمزوری سمجھ کر مجھے بخش دیں۔ وہ قوٰ تیں، اُنکی، مجھے نہیں لگتا کہ اُنکی mind-set تبدیل ہوئے ہیں جناب اسپیکر!۔ اگر ہوتا، تو آج کے دن بلوچستان میں لاشیں نہیں گرتیں۔ ہم، یہاں پر دو قسم کا میں سمجھوں کا کہ ایک، دونہیں، اب تو اُنکی جڑیں بھی کافی نکل گئی ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ سرکار کے پیٹر نائزڈ ہشتنگر دی۔ اُس میں مذہبی بھی ہیں۔ اُس میں political بھی ہیں۔ اُس میں اسلامی بھی ہیں۔ اور ایک وہ ہے جو اپنے حقوق کیلئے جدوجہد کر رہے ہیں۔ تو ہمیں انکو فرق کرنا ہوگا۔ جناب اسپیکر! ایسے شواہد بھی ملی ہیں کہ ان اداروں نے اپنے Bank balance کو بڑھانے کیلئے یا اپنا معیار وہاں پر بڑھانے کیلئے، ایسی ہشتنگر دی کیلئے ہیں اس ملک میں کہ جنکی مثال دنیا کے کسی نقطے میں نہیں ملے گی آپکو۔ جناب اسپیکر! کیا یہ وہی لوگ نہیں جنکو میں اقتدار کا ڈھنی کہتا ہوں؟۔ جنہوں نے اپنی Dictatorship کو محفوظ کرنے کیلئے افغانستان میں مداخلت کی تھی۔ کیا آج جو کچھ ہم بھگت رہے ہیں۔ یہ بنیاد اُسوقت رکھی نہیں گئی تھی؟۔ اسلام کی جو ایک نہشت رکھی کئی تھی اسلام کے نام پر، کہ ہم انقلاب لانا چاہتے ہیں۔ افغانستان میں سو شہزاد اور کمیونیزم کو ختم کرنے کیلئے، امریکہ کی سرپرستی میں اسلام لا یا گیا جناب اسپیکر!۔ ڈالروں کی ریل پیل میں ہم یہ یہوں گئے تھے کہ مستقبل میں ہمیں کیا face کرنا پڑیگا۔ قدمتی سے جناب اسپیکر! اُسوقت کے، اُس اقدام کو support کرنے میں یہاں کے، اس ملک کی وہ political قوٰ تیں بھی شامل ہیں۔ جو اُسوقت جزل ضایاء کے، dictator کے دور میں مجلس شوریٰ کے بھی ممبر ہے ہیں۔ جنہوں نے

یہ بھی دعویٰ کیا تھا ”کہ افغانستان میں جا کر سوویت یونین کو غلکست دینے کے بعد، وہ جا کر شکرانے کی نماز ادا کریں گے“۔ یہ ہماری سیاسی پارٹیاں تھیں۔ جو آج اپنے آپ کو جمہوریت کی Champion کہتے ہیں۔ اُسی مجلسِ شوریٰ کے وہ ممبران تھے۔ اور وہی لوگ پھر ضیاء الحق کے بعد پیپلز پارٹی کا دوار آیا تو اُسمیں بھی ممبر رہے۔ اور پھر نواز شریف کا دوار آیا، اُسمیں بھی ممبر ان رہے۔ جزل مشرف کے تو انہوں نے وردي سمیت اُسکو تو اپنے کندھوں پر اٹھایا ہوا تھا جناب اسپیکر! جب آپ کسی دوسرے کے معاملات میں مداخلت کریں گے۔ جب آپ کے نزدیک کسی اور کے بچے کی کچھ قیمت نہیں، تو یہ فکر آپ نہیں کریں، یہ سوچ آپ بھی نہیں کریں کہ اُسکے ذہن میں بھی ایسے سوالات پیدا ہو سکتے ہیں۔ جب میرااتفاق ہوا تھا جناب اسپیکر! 1985ء میں افغانستان جانے کا۔ جہاں پر بھی ہم جاتے تھے۔ جب آپ نے اُنکی زمینوں کو قبرستان بنادیا۔ اُنکے بچوں کے کھیل گود کی اُن جگہوں قبرستان بننے ہوئے تھے۔ تو جب آپ نے اُنکی زمینوں کو قبرستان بنادیا۔ اُنکے بچوں کے خاموش بیٹھیں گے۔ اور آپ کو، میدانوں کو آپ نے جو قبرستان بنادیا۔ تو پھر یہ کیوں توقع کرتے ہیں کہ وہ خاموش بیٹھیں گے۔ اور آپ کیلئے ہر روز نفل پڑھ کر آپ کیلئے دعا کیں کریں گے؟۔ یہ وہ مداخلت تھی جناب اسپیکر! جس کا خمیازہ آج بھی ہم بھگت رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ہمیں یہ احساس نہیں ہے۔ کیونکہ ہم اپنی، ہمارے اس ملک کے وہ ادارے جو کو گام دینے والا کوئی نہیں ہے۔ اُنکے اوپر ابھی تک کوئی Check and balance نہیں ہے۔ اُنکو آج دن تک کسی نے یہ تک نہیں ٹوکا ”کہ تم نے جو کیا ہے وہ غلط کیا ہے“۔ اور آج دن تک یہ مداخلتیں نہ کہ صرف ہمسایہ ممالک میں بلکہ اور ممالک میں بھی کی جا رہی ہیں۔ تو وہ قوتیں جب ایک دوسری آزاد ریاستوں کے معاملات میں جب مداخلت کر سکتی ہیں، تو ہم بچارے کہاں تک ٹھہریں گے۔ ہمارے تو قبائلی system میں وہ مداخلتیں کرتے ہیں۔ ہماری سیاسی set-up کو بنانے میں وہ مداخلت کرتے ہیں۔ ہمارے ایکشن، کس کو جتوان ہے اور کس کو ہرواانا ہیں، اُسمیں بھی اُنکی مداخلتیں ہیں۔ نتائج جو ہیں رات تبدیل کیئے جاتے ہیں۔ پونگ ہوتی ہیں پونگ ایکشن پر، لیکن نتیجے کا اعلان جو ہے چھاؤںوں میں جا کے ہوتا ہے۔ پونگ آفیسر اور ریزنگ آفیسر کی بجائے مجرم صاحب اور برگیڈ یئر صاحب جو ہیں وہاں پر کرتا دھرتا بنے بیٹھے ہیں۔ تو جب تک کہ یہ مداخلتیں بند نہیں ہوں گی جناب اسپیکر صاحب! جب تک کہ اُنکی وہ نتیجیں جو 1947ء سے جو اُنکا خمیر بن گیا ہے، اُسکو جب تک تبدیل نہیں کیا جاتا، بلوچستان کے حالات بہتر نہیں ہونگے۔ اور امن و امان کی ہم صرف فکر میں رینگے، اُسکو ڈھونڈتے رہیں گے لیکن یہ جانور ہمیں نہیں میں گا جناب اسپیکر!۔ جس جمہوریت کی بنیاد، دھنس، دھمکیوں اور دھاند لیوں پر کھلی گئی ہوں جناب اسپیکر! تو پھر وہ جمہوریت بھی، جمہوریت ہوئی جناب اسپیکر!؟۔ کونسا ایسا علاقہ

ہے جہاں پر موجودہ اسمبلیوں کے ممبران یا مئیں سمجھوں کے لئے انتخابی Election ہوئے ہیں۔ یعنی کہ 2013ء مئی میں ہوئے ہیں۔ اس میں کوئی ایسا علاقہ ہے جہاں پر دھاندیلوں کی چیخ و پکا رسانی نہیں دی گئی ہے۔ بلوچستان میں جو کچھ ہوا۔ ہمیشہ بلوچستان کو جو ہے ہر چیز آخر میں ملتی ہے۔ پانی بھی آپکا نصیر آباد میں آتا ہے۔ جو کچھ پختا ہے وہ آپکو کورچین جا کے آپکو نصیر آباد پٹ فیڈر میں ملتا ہے۔ بجٹ میں بھی ہمارا یہ حال ہے۔ لیکن دھاندیلوں میں جناب اسپیکر! بلوچستان کا نام سرفہرست رکھا جاتا ہے۔ کیونکہ جب تک ایجنسیوں کی مداخلت یہاں پر نہیں ہوں۔ اور اپنے من پسند لوگوں کو یہاں نہ لے کے، حقیقی، جمہوری اور حقیقی لوگوں کو یہاں سے باہر نہیں کیا جاتا، تب تک کہ انکی روح کو تسلیم نہیں پہنچتی۔ تو مجھے انکی نیت میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آتی۔ موجودہ جو حکومت ہے، انہوں نے کوئی نکیل اُنکے ناک میں اگر ڈال دی ہے، تو پھر میں سمجھوں گا کہ پھر وہ مبارکباد کے مستحق ہیں، کہ انہوں نے ان اداروں کے ناک میں جو نکیل اگر ڈال دی ہیں۔ جناب اسپیکر! میں نے پہلے بھی اپنی باتوں میں چند نکات اٹھائے تھے کہ لوگوں کی توقعات ہم پر بہت ہیں۔ امیدیں اتنی وابستہ ہیں اور اتنا بوجھ ہے ہمارے کندھوں پر، اگر ہم محسوس کر سکیں اور ہمیں احساس ہوں۔ اس وقت لوگ ہم سے اور کچھ نہیں چاہتے جناب اسپیکر۔ لوگ اپنے پیاروں کی واپسی چاہتے ہیں۔ ہم امن و امان کیسے اس صوبے میں لا سکیں گے، جہاں پر نا انصافیوں کے آثار کھڑے ہوں۔ امن و امان اس صوبے میں ہم کیسے لا سکیں گے، جہاں پر ریاست خود ڈلم و زیادتیوں کو کرنے میں ملوث ہوں۔ سب سے پہلے ہم نے بات یہ سوچنی ہے جناب اسپیکر! جو آج جو conflict ہے بلوچستان کا، میں ان گذشتہ چار آپریشنوں کا ذکر نہیں کرتا۔ لیکن جزل مشرف کے دور سے جو Operation شروع ہوا ہے، وہ point conflict کہاں سے تھا جناب اسپیکر!؟۔ کیا وہ گوادر پورٹ کا نہیں تھا؟۔ جس کو مشرف ہانگ کانگ کا نگ اور سنگاپور بنانا چاہتے تھے۔ جس سے اہل گوادر اور اہل بلوچستان کو یہ خدشات تھے ”کہ کہیں انکو اقلیت میں تبدیل نہیں کیا جائے؟“۔ یہ وہ point تھا، جہاں سے وہ شعلہ، چنگاری اٹھی اور اس چنگاری نے پورے بلوچستان کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آج بھی ہم نے اس بنیادی مسئلے کو حل کرنے کی بجائے، ہم نے پھر شاید کچھ ہی دنوں میں کراچی اور اسلام آباد میں گوادر کے پھر بڑے بڑے بیمز لگ جائیں گے۔ بڑی بڑی عمارتوں کے نقشے اور تصاویریں، بڑے بڑے شہروں کے شاہراوں پر آویزاں کی جائیں گی۔ لیکن کیا کسی نے اس مسئلے کے حل کی طرف پہلے سوچا ہے؟۔ میری، میاں صاحب سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔ اس میں بھی میں نے یہ گزارش کی۔ ”کہ جی! آپ اس صوبے میں، امن و امان، ڈولپمنٹ تب تک نہیں کر سکیں گے، جب تک کہ امن و امان کا مسئلہ آپ نہیں حل کریں گے“۔ لیکن یہ روایت رہی ہے اس ملک کی، کہ ہمیشہ

گھوڑے کو جو ہے گاڑی کے پیچے باندھتے ہیں۔ صرف انکو یہ سمجھانے کی ہم زحمت کریں کہ نہیں گھوڑے کو آگے ہی باندھنا جاتا ہے۔ پیچھے باندھنے سے جو ہے ناں نہ گاڑی چلے گی، نہ گھوڑا چلے گا۔ لوگ اپنے پیاروں کو ڈھونڈنے میں مصروف ہیں۔ وہ ڈھونڈر ہے ہیں کہ زمین پر انکے مرنے والوں کی قبریں کہاں ہیں۔ اور آپ جو ہیں وہاں پر ہفت مرلہ عمارت کھڑی کرنا چاہتے ہیں۔ لوگ اپنے بچوں کے خون کے اُس قطرے کو دیکھ کے اور اُسکو پومنا چاہتے ہیں ”کہ کیا اُس کا بیٹا شہید ہوا ہے یا بھی تک اُن اذیت خانوں میں جو ہے اُن پر شند کیا جا رہا ہے“۔ لیکن اُسکے خون کے بد لے میں جو ہے، آپ اُسکو نوکریوں کی دعوت دے رہے ہیں۔ کوئی بھی باعزت، غیر تمدن اور باشور جو ہے اُس accept کو offer نہیں کریگا جناب اپیکر! چاہے وہ معاوضہ پاکستانی روپے میں ہوں، امریکی ڈالر میں ہوں یا چائنز کرنی میں ہوں۔ اُسکو کوئی accept نہیں کریگا۔ جب تک کہ بلوچستان کے بنیادی مسائل کو اور لوگوں کو، اُسکے ساحل اور سائل کا مالک تسلیم نہیں کیا جاتا ہے جناب اپیکر!۔ اس وقت تو ہمیں کوئی پوچھنے کیلئے تیار نہیں ہے۔ اب جو گوادر کا معاهده sign ہو رہا ہے۔ میری تو چیف منٹر سے بھی یہ گزارش ہو گی۔ کہ پہلے اُس معاهدے کو اس ایوان میں لا یا جائے۔ ہم تمام ممبران یہ حق رکھتے ہیں کہ وہ دیکھا جائے کہ ہمارا مستقبل کس طرح لکھوا یا جا رہا ہے؟۔ کیا ہمارا مستقبل ہمارے ماضی کی طرح لکھا یا جا رہا ہے؟۔ جس میں ترقی کے مزے تو کوئی اورلو ٹے۔ پچاس فیصد ہم سے شریک ڈار کوئی اور ہو۔ لیکن ہمیں صرف یہ ذمہ داری دی جائیں کہ ہمیں اپنے بیٹوں کی لاشیں اپنے کندھوں پر اٹھائیں۔ وہ معاهدہ چاہے وہ گوادر پورٹ کے ہوں یا ریکوڈ کے ہوں۔ وہ اس ایوان کے سامنے لائے جائیں جناب اپیکر!۔ اور اُس پر باقاعدہ بحث کی جائے۔ اور اُسیں باقاعدہ تجاویزیں لی جائیں۔ ثبت تجاویزیں بھی لی جائیں۔ میری طرح جو جاہل ہو گا، وہ ہمیشہ تلقی تجاویز دے گا جناب اپیکر۔ لیکن ماشاء اللہ اس ایوان میں پڑھے لکھے لوگ بھی ہیں۔ سیاسی بصیرت رکھنے والے ساتھی بھی ہیں۔ اُن سے بھی تجاویزیں لی جائیں۔ ہمارے علمائے کرام صاحبان ہیں، اُن سے بھی تجاویزیں لی جائیں کہ گوادر یا بلوچستان ہمارا ہے یا کسی اور کا ہے۔ اگر ہمارا ہے تو یہ حق ہمارا بنتا ہے کہ اُسکے مستقبل کا فیصلہ پھر ہم کریں۔ اسلام آباد میں بیٹھ کر اسکا فیصلہ نہیں ہونا چاہئے۔ بینگ میں بیٹھ کر اسکا فیصلہ نہیں ہونا چاہئے۔ اس سرزی میں پر یہ ہمیں گارٹی دی جائے کہ آنے والے دور میں بلوچستان کے تمام علاقوں میں، بالخصوص گوادر میں، ہمیں اقلیت میں تبدیل نہیں کیا جائیگا۔ یا صرف ہمیں چمکیلی ترقیاتی اسکیمیں دکھا کر اور جو ہے اندر سے جو ہے اُسکا cream جو ہے کہیں اور تقسیم کیا جا رہا ہے جناب اپیکر!۔ معذرت کے ساتھ، آپکا پہلے دن زیادہ وقت لے رہا ہوں جناب اپیکر!۔ موجودہ حکومت کو بنائے ہوئے تین مینے بھی ہوئے ہیں۔ ہمیں حق بھی نہیں

پہنچتا ہے کہ اس پر ہم تنقید کریں۔ لیکن مجھے یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں جناب اپیکر! جس امن و امان کی بحث آج جاری ہے، اس تین مہینوں میں کتنی لاشیں بلوجوں کو ملی ہیں؟۔ کتنے لوگ انوغاء کئے گئے ہیں؟۔ کتنی target killings ہوئی ہیں؟۔ کتنے بم دھماکوں میں جو لوگوں کو شہید کیا گیا ہے؟۔ یہ تمام facts and figures جو ہیں وہ لانی چاہیے۔ اس تین ماہ میں جو سخت شدہ لاشیں جو ملی ہیں، اُنکے numbers ہیں، 57۔ لیکن ایک تبدیل میں دیکھ رہا ہوں جناب اپیکر صاحب! پہلے لاشیں ویرانوں میں پھیلتے تھے۔ اور آج ہماری لاشوں کو بھی کراپچی کی سیر کرائی جا رہی ہیں۔ بچپن میں ہم ہوتے تھے، تو یجا تے تھے ”کہ چلو جی! تمہیں منورا کی سیر کرائیں“۔ تو آج تک بلوجوں کی لاشوں کو جو منورا کی سیر کرائی جا رہی ہیں جناب اپیکر!۔ been 75% Kidnapped اسی تین مہینوں میں۔ target killings کی تعداد جو ہیں وہ 19 ہیں۔ ابھی ہم بات کر رہے ہیں شاید، یہ حقیقت ہے جناب اپیکر، شاید ہم یہاں پر بات کر رہے ہیں، کوئی لاشیں اور بھی گری ہوں، کوئی لوگ اور بھی اٹھائے گئے ہوں۔ رات ہی کی بات ہے، ڈریٹھ بجے کے قریب بُرما ہوٹ پر چھاپا پڑا۔ ہمارے ہی ضلعی ساتھی کے بھائی کو انوغاء کر کے لے گئے۔ تو پھر بھی ہم کہتے ہیں ”کہ ملک میں امن و امان آئے گا“۔ کون کرنے والے ہیں۔ یا تو ہم اُنکے سامنے بے بس ہیں۔ اُنکی طاقت کا اور اُنکی دلیری کا، ہم نے کبھی اُن سے انکار نہیں کیا ہے۔ اُنکی بہادری کی میں بات نہیں کروں گا۔ اُنکی دلیری بلوجستان میں ہے۔ اُنکی بے جا طاقت کا مظاہرہ بلوجستان میں ہے۔ اس سے ہم نے کبھی انکار نہیں کیا ہے جناب اپیکر۔ جب بھی چاہا ہے انہوں نے، اس سرزی میں کو رو نداہے انہوں نے۔ جب بھی انہوں نے چاہا ہے، اپنی نگینوں کے ذریعے سے جو ہے اہل بلوجستان کا خون جو ہے بھایا ہے جناب اپیکر!۔ ہم نے کبھی اُن سے انکار نہیں کیا۔ لیکن اگر وہ قوت، صوبائی حکومت کے ماتحت نہیں ہے۔ اُسکی بھی نشاندہی ہونی چاہئے۔ ادارے ہیں کون؟۔ کیا یہ غیر ملکی ادارے ہیں؟۔ جو مرکزی حکومت کے control میں نہیں ہیں؟۔ یہ فوج کیا پیر و فوج ہے؟۔ کیا یہ فوج اُس، ہے تو سہی لیکن کچھ درکیلیے ہم مان لیتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو جو ہے آئین سے بالا نہیں سمجھیں۔ لیکن بد قسمتی سے وہ سمجھتی ہے۔ اُس فوج کو ہم control نہیں کر سکتے ہیں۔ اُسکے اداروں کو ہم control نہیں کر سکتے ہیں جناب اپیکر صاحب۔ پھر کیوں ہم لوگوں کو جو ہے اُن خوش فہمیوں میں رکھ رہے ہیں ”کہ ہم ہیں آپکے مسیحا۔ ہم آپکو جو ہے انصاف دلائیں گے“۔ اُپنچی، کابو، کولو، ڈریہ بکٹی میں کیا آج انہیں دوران وہ Operation نہیں ہو رہا ہے جناب اپیکر صاحب؟۔ کیا بلوجستان میں اب بھی لوگوں کو انوغاء نہیں کیتے جا رہے ہیں؟۔ کیا بلوجستان میں مسخ شدہ لاشوں کا سلسلہ ختم ہوا ہے؟۔ اگر یہ کوئی پیر و فوج قوت ہے، جس کا اکثر ذکر کیا جاتا ہے، تو

کم از کم اُس بیرونی قوت کا نام لیتے ہوئے تو شرما میں مت۔ سندھ میں ایک فیلڈ ہے جناب اپیکر! وہ اپنی عورت جو ہے اپنے شوہر کا نام لیتی ہے۔ لیکن سالے کا نام نہیں لیتی ہے۔ تو ہم کیوں انکا نام لیتے ہوئے کرتاتے ہیں؟۔ یہ میں طے کرنا ہوگا کہ ہم انکے ملازم ہیں یا وہ ہمارے ملازم ہیں؟۔ یہ دوسرے صوبے شاید نہ کریں لیکن بلوچستان کے منتخب نمائندوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ انکو یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ ہم قوم کے نمائندے ہیں، ہم عوام کے نمائندے ہیں، وہ قوم کے، ملک کے ملازم ہیں، نمائندے نہیں ہیں۔ تجویزیں جناب اپیکر! سپریم کورٹ میں جو ہم نے چھنکات پیش کیتے تھے، اگر اس پر اُس وقت بھی عملدرآمد کیا جاتا۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ 100% بلوچستان کے مسئلے جو ہیں، حل ہوں گے۔ لیکن کسی حد تک وہ لوگ جو اس ملک کے نام سے نفرت کرتے ہیں۔ اُن سے بات کرنے کے دروازے گھل سکتے تھے۔ میں پرائم نسٹر، میاں نواز شریف، جو اس وقت Oppositon میں تھے، سپریم کورٹ میں پیشی کے بعد انہوں نے جن چھنکات کی حمایت کا اعلان کیا۔ Now it's time to implement these Six points. یا پھر یہ تو نہیں کہ Oppositon میں ہمارے چہرے اور ہوتے ہیں اور اقتدار میں آ کر ہم سب کچھ بدل بیٹھتے ہیں۔ اگر اُس وقت وہ چھنکات صحیح تھے، تو آج اُن پر عملدرآمد ہونا چاہئے۔ اس میں مسخ شدہ لاشیں کا سلسلہ ختم ہو۔ اور انکے پیچھے جو بھی قویں ہیں، چاہے وہ بے وار دی ہیں با وار دی ہیں، کسی بھی قوت ہیں، انکو قانون کے کھنڈ میں لانا چاہیے۔ قانون کے مطابق انکو سزا میں دیں۔ missing persons جن کی تعداد، یہ خود ایک contradiction ہے جناب اپیکر۔ سرکار کی طرف سے ایک figures آ رہا ہے۔ جو لواحقین ہیں، انکی طرف سے دوسرے figures آ رہے ہیں۔ اور سپریم کورٹ میں جو cases registered اُنکی figures کچھ اور ہیں۔ جس میں International Communities Amnesty International، Rights of Pakistan Red-Crescent، اُنکی جو figures آ رہے ہیں، وہ مختلف ہیں۔ تو چونکہ ہم سب کا تعلق کسی نہ کسی ضلع کے ان حلقوں سے ہیں، جہاں سے لوگ اٹھائے گئے ہیں۔ جہاں سے مسخ شدہ لاشیں ملی ہیں۔ کیوں نا جناب اپیکر ان تمام مجرمان کی ذمہ داری دی جائے کہ وہ اپنے علاقوں میں جا کر کے اپنے علاقوں سے اغوا ہونے والے لوگوں کی جو ہے تعداد کا اندازہ لگائیں۔ وہ figures collect کریں۔ اور اسکے ساتھ ساتھ جو لوگ، جن لوگوں کی مسخ شدہ لاشیں ملی ہیں، انکے لواحقین سے جا کر ملیں۔ اور ان سے پوچھیں ”کہ آپکے بچے کا قاتل کون ہیں؟۔ وہ کسی قدر تی آفت سے ہلاک نہیں ہوئے ہیں جناب اپیکر۔ سونامی سے ہلاک نہیں ہوئے ہیں۔ کسی

natural disaster یا earthquake سے وہ ہلاک نہیں ہوئے ہیں۔ اُنکے جسم تشدید اور tortures سے جو ہیں، انکو کیا گیا ہے۔ اور آخر میں جو ہے، اُنکے سر پر جو ہے، موت کو بُلانا نے کیلئے ایک گولی کا سہارا لیا گیا ہے۔ اُن سے جا کر پوچھیں کہ کون ہیں اُنکے مارنے والے؟۔ کون ہیں اُنکے قاتل؟۔ اگر وہ میرا نام دیتے ہیں، بالکل جو سزا ہے وہ مجھے ملنی چاہئے۔ اگر وہ ڈاکٹر عبدالمالک کا نام لیتے ہیں جناب اسپیکر! آپ کا نام لیتے ہیں جناب اسپیکر، انکو بھی سزا ملتی چاہئے۔ لیکن اگر وہ نام خفیہ اداروں کا، F.C. اور اُسکے ماتحت اداروں کا نام لیتے ہیں، تو پھر ہمیں یہ تائید کرنا ہو گا کہ اُنکے ساتھ کیا رُو یا اختیار کرنا چاہئے اور انکو جو ہے کیا سزا دینی چاہئے۔ اور اس سے بڑا سوال جناب اسپیکر! ہمیں اس بات پر بھی بحث کرنی چاہئے۔ ہمیں وہ تمام facts اور figures کو جو ہے analyse کرنا چاہئے۔ کہ جس دن سے بلوچستان کو F.C. کے حوالے کیا گیا ہے۔ اُس دن سے آج دن تک امن و امان کی صورتحال کیا اسیمیں بہتری آئی ہے ایسا بدتری آئی ہے؟۔ اور اسکو compare کریں اُس سے پہلے کے حالات کو۔ جہاں پر ان اداروں کو، چاہے وہ F.C. ہو، اُنکے خفیہ ادارے ہوں۔ انکو چھوٹ نہیں دی گئی تھی۔ تو انکو compare کر کے ہم دیکھیں کہ آیا اسیمیں بہتری آئی ہے؟۔ تو رہنے دیں اسکو۔ اگر اسیمیں بدتری آئی ہے۔ تو کیوں پھر ہم نے بلوچستان کے لوگوں کو جو ہے گئی پک بنا یا ہوا ہے جناب اسپیکر۔ تجربات پر تجربات ہم اُن پر آزماتے رہے ہیں۔ اور ان تجربات کے بعد وہ بلوچستان جو آبادی کے حوالے سے بالکل کم ہے۔ اور اُسکی آبادی کو مزید کم کرتے جائیں۔ تو یہ میری ایک تجویز ہے کہ تمام ممبران اپنے اپنے حقوق میں جا کروه facts and figures collect کریں۔ F.C. کی موجودگی کے فائدے اور نقصانات کا ہم جائزہ لیں۔ اور وہ reports جو ہیں ناں ایوان میں لاںیں۔ اور جو Operation ابھی بھی کیا جا رہا ہے جناب اسپیکر! مستونگ ہے، بولان ہے یا کوہا اور کاہان میں، کیا ہم اُس Operation کو continue رکھیں؟۔ بلوچستان کی مسخ شدہ جو لاشیں، گر رہی ہیں، اُسکو روکنے کیلئے ہمیں اقدامات کرنی چاہئے جناب اسپیکر۔ D.P's آج وان حالات سے در بذر ہو کر، کراچی اور سندھ میں جو ہیں، وہ لوگ جو سفید پوش لوگ تھے، آج سندھ کے علاقوں میں بھیک مانگنے پر مجبور ہیں۔ وہ لوگ جو عزت کی روٹی کھاتے تھے اپنے گھر میں بیٹھ کر، آج جو ہیں وہ سندھ اور پنجاب میں ڈر بذر کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔ اُنکی واپسی کو مکن بنایا جائے۔ اور وہ case Subjudice ہے آپکا، نواب بگٹی کا۔ اُس پر مزید کیا بات ہو سکتی ہے نہیں ہو سکتی ہے؟۔ لیکن یہ کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ اُنکے نہ صرف قاتلوں کو، جیبیں جالب کے، بلکہ بلوچستان میں چاہے وہ target killings کے ذریعے انکو شہید کیا گیا ہے یا bomb blasts کے ذریعے انکو شہید کیا

گیا ہے۔ اُسمیں ہزارہ کمیونٹیز ہیں، چاہے اُسمیں سُنی ہوں یا شیعہ ہوں۔ اُن تمام کے قاتلوں کو جو ہے عدالتون میں لا یاجائے۔ انکو سزا میں دی جائیں۔ تو پھر جا کر ہم امن و امان کیلئے، وہ کہتے ہیں ناں ”دروزہ“ تو میں نہیں کہوں گا اُسکو، نہ ہی اُسکو ”کھڑکی“ کہوں گا۔ ایک ”چھوٹا سار و شدراں“ جو ہے ناں، وہ گھل سکتا ہے، اس روشنی کی رکڑن کیلئے۔ ابھی جو صورتحال بلوچستان کی، کوہلو اور بولان کی میں نے آپکو مثال دی۔ خضدار گذشتہ دو ماہ سے سرکار کے ڈیشنٹری دوں کے جو ہے چنگل میں ہے جناب اسپیکر۔ ڈرانسپورٹ کا نظام جو ہے وہاں پر انہوں نے ٹھپ کر کے رکھ دیا ہے۔ لوگ کھانے کیلئے محتاج ہیں۔ دو کافوں پر راشن سپلائی کی جو ہے پابندی لگائی گئی ہے۔ سرکاری کی سرپرستی میں۔ سرکار کے وہ جن کو death squad ایک زمانے میں East Pakistan میں جو انہوں نے بنائے تھے، اشمس اور البدار۔ وہی death squad جو ہے مختلف ناموں سے اب بھی بلوچستان میں operate کر رہی ہیں۔ اور اس وقت انکا جو ہے محروم ہے وہ خضدار اور وڈھ ہیں۔ گذشتہ دو مہینوں سے ایک ڈپٹی کمشنز، ایک آپکو جناب اسپیکر! ابھی جو Commandants ہیں، میرے خیال میں دو دن پہلے آئے ہوئے ہیں۔ گذشتہ last week جو Commandants آئے تھے، انہوں نے وڈھ کا دورہ کر کے، جب وہاں کے معززین اور معتبرین نے اُن سے ملاقات کی، تو اُس نے کہا ”کہ بھئی! راشن تو آپکو مل جائیگا لیکن مجھے یہاں پر پاکستان کا کوئی جھنڈا نظر نہیں آ رہا ہے۔“ اسکا مطلب ہمیں کھانے کیلئے، رہنے کیلئے بھی یاد چیز کیلئے، پاکستان کے جھنڈے کا سہارا لینا پڑیگا۔ یہ ذہنیت ہے جو میں سمجھتا ہوں کہ آج تک change نہیں ہوئی ہے جناب اسپیکر!۔ جب یہ ذہنیت change نہیں ہوئی، تب دیلی اُسمیں نہیں آئی، تو امن و امان کو میں اور آپ کہاں ڈھونڈیں گے جناب اسپیکر؟۔ نہ آپکی جیب میں ہے اور نہ میری جیب میں ہے۔ وہ اُنکے ہاتھوں میں ہیں۔ اور وہ ہاتھ، اُنکی نیت، اور اُنکا جو mind-set ہے ابھی تک وہی جو East Pakistan میں کر رہے تھے، آج بھی وہی بلوچستان میں کر رہے ہیں۔ آخر میں جناب اسپیکر! میں آپکے شکریے کے ساتھ، تمام ممبران کا، کوشش تو میں نے کی تھی کہ سرکار پر تقدیم نہیں کروں۔ لیکن شاید پندرہ سال اس ایوان میں نہیں رہا ہوں، تو وہ آداب بھی کچھ بھول گیا ہوں۔ تو اگر میرے سے کچھ ایسے الفاظ لٹکے ہوں، جو اس ایوان کی روایات اور ضابطہ اخلاق سے باہر ہوں، تو اُسکی میں مغفرت چاہوں گا جناب اسپیکر۔ once more میں آپکا شکریہ ادا کروں گا۔ اور یہی اس ایوان کے لوگوں سے کہوں گا۔ کہ جن ساتھیوں سے، کہ جن لوگوں نے ہم پر اعتماد کیا ہے، اگر ہم اُنکے اعتناد پر پورا نہیں اُتر سکتے، تو میں سمجھتا ہوں کہ مجھے اور میری پارٹی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ ہم پھر اس ایوان میں آئیں۔ last 2006 میں، جب ہم نے یہ محسوس کیا کہ ایک شہید کے شہادت پر

ہمیں اُسکی دعائے معرفت کیلئے ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہیں دی۔ تو اسی ایوان کو، ہم نے خیر باد کیا۔ اور آئندہ بھی اگر ہم نے محسوس کیا تو انشاء اللہ اسمیں کوئی جھجک ہم محسوس نہیں کریں گے۔ شکریہ جناب اپسیکر۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔

جناب اپسیکر: شکریہ اختر مینگل صاحب۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اپسیکر! آج اس ایوان میں۔ سب سے پہلے تو سردار اختر جان مینگل اور اُسکے فاضل ممبر کو خوش آمدید کہتا ہوں۔ اور اسکے ساتھ ساتھ جناب اپسیکر! میں پہلے بھی منتخب ہوا ہوں ایک دفعہ اسی اسمبلی میں۔ لیکن اس دفعہ جو ہم لوگ feel کر رہے ہیں، محسوس کر رہے ہیں کہ آپ نے اپنے الہکاروں کو، Forces کو پرکھڑا کر کے ہم عوامی نمائندوں کی توہین کر رہے ہیں۔ ہم نے یہ سوچا بھی نہیں تھا۔ جناب اپسیکر! یہ گرسی، یہ ایوان، ہمیں اپنی عزت سے زیادہ پیاری نہیں ہے۔ آپ اس بات کو یاد رکھیں۔ آپ اس House کے Custodian کے ساتھ یہی روئیہ رکھا گیا۔ لیکن یہی بہانہ آیا ہے ”ک. جی!“ میں ایک عام عوامی Middle Calss طبقے سے تعلق رکھنے والا بندہ ہوں۔ میرے پاس تو کوئی Gun-men نہیں ہیں۔ لیکن مجھے آج اور منظور کا گڑ صاحب کو جو Honourable Member ہیں، اس House کے، اُسکو روک کر اس ایوان کی تقدیس کو پامال کیا ہے۔ اُسکا سارا قصور وار جناب اپسیکر! آپ ہو۔ آپ اس ایوان کو چلانے کیلئے اہل نہیں ہو۔ جناب اپسیکر! میں اس اسمبلی سے walk-out نہیں کروں گا۔ کیونکہ میں ruling party سے ہوں۔ لیکن احتجاجاً یہاں بیٹھ کر آج میں دیکھوں گا آپ inquiry کا حکم دینے گے۔ اگر آپ نے نہیں دیا، آج کے بعد میرا بایکاٹ ہے، پھر اسمبلی سیشن سے۔

جناب اپسیکر: شکریہ آپ نے اپنی جذبات کا اظہار کیا۔ ایک منٹ چھوڑیں۔ جو اپسیکر صاحب بات کر رہا ہو دو منٹ منظور صاحب! آپ بھی بعد میں بات کر لیں۔ کیونکہ میری اطلاع ہے کہ آپ کے ساتھ بھی انہوں نے رکاوٹ ڈالی تھی، گیٹ پر۔

جناب منظور احمد خان کا کڑ: جناب اپسیکر راجستہ علی بلوچ صاحب نے اس سے متعلق بات کی، کہ وہ بھی اس ایوان کے معزز ممبر ہیں۔ سب سے پہلے میں سردار اختر جان مینگل مبارکباد دیتا ہوں کہ وہ اس ایوان میں آئے۔ اُنکے جو ہمارے ایم پی صاحب ہیں، جو نئے ممبر ہیں، اُسکو بھی مبارکباد دیتا ہوں، ایوان میں

آنے پر حقیقتاً یہ تو clear bat کی sir، رحمت اللہ صاحب نے۔ کہ پہلے بھی یہ ایک واقعہ ہوا تھا۔ اور دوبارہ آج پھر۔ اگر gun-man کی بات تھی۔ ہم نے یہ کہا کہ ہمارے پاس کوئی gun-man نہیں ہے، جیسے کہا گیا کہ ہم middle طبقے سے ایک سیاسی لوگ ہیں، ہمیں gun-man رکھنے کی ضرورت ہی نہیں ہے جناب اپسیکر صاحب۔ لیکن اسکے باوجود وہ کہہ رہے ہیں ”کہ آپ ہمیں کارڈ دکھادو۔“ جبکہ میں نے کہا ”کہ یہ میرا پرنسن سیکرٹری ہے۔ یہ میرا پرائیویٹ سیکرٹری ہے۔“ جبکہ ایک عوامی نمائندہ ہونے کے باوجود، میں اُسکو یہ باور کروار ہا ہوں کہ یہ بندہ میرا پرائیویٹ سیکرٹری ہے۔ اور میرا پرنسن سیکرٹری ہے۔ وہ کہہ رہا ہے ”کہ نہیں، آپ اندر نہیں جاسکتے ہو۔“ تو پھر ہم نے کہا کہ رحمت اللہ صاحب بھی تھے، ہم نے کہا ”کہ ٹھیک ہے کہ جب وہ نہیں جائیں گے، تو ہم بھی اسے میں جائیں گے۔“ تو لہذا آپ جناب سے، یہ ساری ذمہ داری جیسے رحمت صاحب نے کہا کہ آپ کے اوپر آتی ہے جناب اپسیکر۔ ہم اسی بات سے احتیاج کرتے ہیں کہ آپ اُنکے خلاف inquiry conduct کرتے ہیں یا نہیں؟۔

- Thank you sir.

جناب اپسیکر: جی بالکل۔ ایک میں گزارش کرتا چلوں اپنے معزز اراکین سے، کہ جو special security concerns کی وجہ سے، لیکن کارڈ زبنا لیں سارے سیشن کا، آپکے اسٹاف، تو بہت اچھی بات ہوتی ہے۔ خصوصی حالات کی وجہ سے اختیارات کئے ہوئے تھے، جس میں مسائل پیدا ضرور ہو رہے ہیں۔ گیٹ پر مسائل پیدا ضرور ہو رہے ہیں۔ تو اُسکو ہدایت دے دی گئی ہے کہ یہ مسائل نہیں ہوں۔ آپ اپنے پی۔ ایس اور پی۔ اے کا ضرور بنادیں سارے سیشن کا کارڈ۔ وہ آسانی ہو جاتی ہے۔ نمبر 1 آپ نے کہا ”کہ انکو اڑی۔“ پھر بھی انکو اڑی کریں گے کہ انکا روق یہ غلط تھا یا خدا نخواستہ آپکو انہوں نے، جیسے سقم میں ڈالا ہے، مشکل میں ڈالا ہے۔ ایک منٹ عبید اللہ بابت صاحب! مجھے گزارش کرنے دیں۔

جناب عبید اللہ جان بابت: یہی جو یہاں پر باقاعدہ پسل باندھ کے لوگ آتے ہیں۔ آپکی ابھی کہہ رہے سیکورٹی۔ میں نے خود دیکھا ہے آپکے جو معزز اراکین ہیں، اُنکے ساتھ بھی پسل ہیں۔ اور اُنکے ساتھ جو انکا اپنا سیکورٹی گارڈ ہوتے ہیں یا کیا بولتے ہیں، وہ بھی پسل باندھ کر آتے ہیں۔ یہ آئندہ نہیں ہو گا۔ میں دیکھ لیتا ہوں یہ کیسے نہیں ہو گا، یہ آپکے اہلا کار کیا کرتے ہیں؟۔ پسل دیکھو اور یہاں لانا دیکھو۔ آپ نے ہاٹل کو تو آپ نے بالکل لاوارث بنایا ہوا ہے ایم پی اے ہاٹل کو۔ وہاں پر نہ کوئی سیکورٹی ہے، نہ پکھھ ہے۔۔۔ (ڈیسک بجائے گئے)۔ ابھی آئندہ ہر بندہ، میں، اسکا ذمہ دار آپ ہیں۔

جناب اسپیکر: جی۔ جی میں اسکا جواب دیتا ہوں۔

جناب عبداللہ بابت: جو بھی آدمی pistol باندھ کر اس اسمبلی میں آئے گا، چاہے ممبر ہے، چاہے اسکا دوسرا خصوصی گارڈ ہے، یہ آئندہ نہیں ہوگا۔ یہ میں وزیر اعلیٰ صاحب کے نوٹس میں بھی لاتا ہوں۔

جناب اسپیکر: بالکل صحیح بات ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ آپ کو یہ rules کے تحت کوئی ہتھیار نہیں لانا ہے، ایوان کے اندر۔ اور معزز ارکین سے یہ گزارش بھی کی ہے کہ کوئی ارکین نہیں لا سکیں، معزز زمبر ہیں۔ اور ہم اُمیدوار موقع کرتے ہیں کہ نہیں لا سکیں گے۔ سب سے پہلے یہ اُنی ذمہ داری ہے۔ باقی جو ایکمپی اے ہائل کا ہے، وہ ایک سیکورٹی پلان انکو کہہ دیا ہے کہ دے دیا جائے۔ تھوڑا آپ اپنے وزیریز کو بھی کہیں کہ آپ بھی اسیں تعاون کریں۔ جی آپ ایک دوکر رہے ہیں۔ کچھ وہ بھائی نہیں کر رہے ہیں۔ یہ بتا دوں۔ وہ تعاون نہیں، جس کی وجہ سے یہ مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ اور ایک گزارش، یہ جو معاملہ ہوا ہے، اسکے لئے House فوراً ایک کمیٹی کا اعلان کرتی ہے۔ جس میں نواب جو گیزئی صاحب آپ پلیز اسکی صدارت کرینے گے۔ اور دوارکین میں سے سارا آپ لے لیں، حاجی سلام کو آپ لے لیں۔ اور جمل کلتی صاحب کو لے لیں کہ اسکی inquiry کریں۔ کہ جو بھی at fault ہے، اسکے خلاف جو آپ recommend action کریں گے، وہ action لیا جائے گا۔ جی!

CM صاحب. Please take the Floor.

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): اسپیکر صاحب! میں آپ سے گزارش کر لیتا ہوں۔

سردار محمد اسلم بزنجو: جناب اسپیکر صاحب!

جناب اسپیکر: جی، جی۔ C.M. Sahib has taken the Floor.

سردار محمد اسلم بزنجو: آپ نے کہا کہ انکو اتری۔ آپ نے جو کمیٹی کا سربراہ جو نواب صاحب کو بنایا ہے، تو اسکو چھوڑیں، وہ اپنے لئے کمیٹی کا ممبر لے لیں۔

جناب اسپیکر: یہ House کے ممبر ہیں۔

سردار محمد اسلم بزنجو: یہ اُنکی ذمہ داری ہے کہ وہ جس کو کمیٹی کا ممبر لیں تاکہ صحیح انکو اتری ہو۔ جو ہمارے معزز ممبروں کے ساتھ بے عزتی ہوئی ہے، اسکا ازالہ ہو۔ آپ اُنکو اختیار دے دیں۔

جناب اسپیکر: نہیں، وہ تو نواب جو گیزئی کو اختیار دے رہے ہیں۔ وہ تو اپنا وہ کریں گے، بتا سکیں گے، کہ کیا ہوا ہے۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب اپسیکر! ہمیں اس House کا انتظام ہے۔ لیکن آپ ہمارے مسئلے کو ٹال رہے ہو۔ آپ اپنے چیبیر میں اُس الہکار کو بلائیں۔ اور پوچھیں اُس سے۔ جناب اپسیکر! پچھلی دفعہ جب جمال شاہ کا کڑ صاحب اپسیکر تھے، میں اس Floor پر quote کرتا ہوں، کسی کی جرات نہیں تھی، ایک آزاد بیبل ممبر سے کہ کوئی اُسکے گاڑی کے سامنے آئے۔ تو اُس نے یہاں پیشی کروائی تھی اُسکی اپنے چیبیر میں۔ ہم یہ کہتے ہیں جناب اپسیکر! کہ آپکے ہوتے ہوئے ہمیں کوئی اچھوت سمجھے، M.P.A's کو، ہم کوئی چور، ڈاکو، کرپٹ نمائندے نہیں ہیں۔ تو اگر یہ نہیں ہوگا، تو پھر ہمارے یہاں آنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، اس اسمبلی میں۔

جناب اپسیکر: آپ دونٹ تشریف رکھیں۔

جناب رحمت علی بلوچ: جناب! آپ کا بالکل گرفت نہ ایم پی اے ہائل پر ہے اور نہ اسمبلی پر ہے۔ اور نہ کسی اسٹاف پر ہے۔ آپکے جو پرنسل جو ارد گرد کے لوگ ہیں، وہ آپ کو غلط گائیڈ کر رہے ہیں۔ اور ہماری تو ہیں اور ہماری بالکل تقدس کو پامال کر رہے ہیں۔

جناب اپسیکر: جی بالکل، آپ نے اظہار کیا، میں آپ سے گزارش کروں۔ 2003ء اور اُسکے درمیان والی اسمبلی کی کیفیت اور تھی۔ 2008ء کے بعد بالکل خودکش اور یہ سیکورٹی concerns اتنے آگے بڑھ گئے ہیں۔ آپکے مسئلے اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ انکو سامنے رکھتے ہیں۔ جس کی وجہ سے کوئی stream-lining نہیں ہو رہی۔ بے شک آپ چیبیر میں آجائیں۔ نواب صاحب بھی آجائیں کہ کوئی راستہ نکالیں۔ 2003ء میں، میں بھی آپکے ساتھ تھا۔ اُس وقت یہ حالات نہیں تھے۔ جو خودکش گھس آتے تھے۔ اور خطہ ہوتا تھا ہمارے اداروں کو۔ ابھی بہت حالات تبدیل ہو چکے ہیں۔ تو اسلئے جب سیکورٹی کا مدارک کرتے ہیں، سختی کرتے ہیں، تو اُس میں مسائل پیدا ہو رہے ہیں۔ (ماٹیک بند اور ممبر بولتے رہے)۔۔۔ آپ آجائیں، میں اُس الہکار کو منگولیتا ہوں۔ جی میں الہکار کو منگولیتا ہوں، دفتر میں۔ آپ کہتے ہیں چیبیر میں الہکار کو منگولیتے ہیں۔ میں آپکو اُسی وقت ہی شنوائی دیتا ہوں۔ اور ہمارے یہ تین اراکین بھی آجائیں، سب کے سامنے بات ہو جائیگی۔ جی۔ C.M. صاحب۔

ڈاکٹر عبدالملک بلوچ (قادی ایوان): جناب اپسیکر صاحب! میں یہ عرض کروں کہ unfortunately، یہ واقعات ہو رہے ہیں۔ اب میں رات کو دیر تک بیٹھ کے، آج کے اجلاس کو Formulate کیا۔ ذمہ دار لوگوں کو بھایا۔ Basically this is the responsibility

اب کل ایک واقعہ ہوا تھا۔ یہاں جو special branch of the Speaker سامنے میں نے اُس سے پوچھا ”کہ فلاں شخص کے پاس pistol کیوں آیا ہے اندر؟“۔ مجھے کہا ”کہ جی! اُسکے پاس pistol ہے“۔ جب میں نے، جو concerned corners تھے، انکو کہا ”کہ بھئی! آپ انکو اُرٹی کریں“۔ پھر وہ مگر گیا سب۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں۔

جناب اسپیکر: گورنمنٹ آفیشل نکر گیا۔

قائد ایوان: جی ہاں۔ کہتا ہے ”میں نے نہیں بولا ہے“۔ میں نے کہا ”کہ میں a as ذمہ دار آپ کون ہوتے ہو کہ مجھے جھوٹا کہلاتے ہو؟“۔ تو اُسیں میں آپ سے گزارش کرتا ہوں۔ پہلی بات تو یہ ہے اسپیکر صاحب! آپ اپنی اُنکی ایک دفعہ scanning کروالیں۔

جناب اسپیکر: صحیح ہے۔

قائد ایوان: کہ آیا کوئی بھی آدمی ایک pistol رکھ سکتا ہے؟۔ گیٹ پر تو اُنکے پاس نہیں ہے۔ لیکن وہ آکے اُس نے کسی داراز میں چھپا یا ہے۔ تو اس issue پر آپ compromise نہیں کریں kindly۔ دوسری بات یہ ہے کہ کم از کم گیٹ والوں کو یہ تو پتہ ہو کہ کون ایم پی اے ہے۔ میں آپ سے عرض کروں کہ یہاں پر بہت سے جو ہمارے دوست بیٹھے ہوئے ہیں۔ اچھا ہے گلری میں بیٹھے ہوئے ہیں لوگ، آپکی، ہماری باتیں نہیں۔ کیا ان سب کے پاس کارڈز ہیں؟۔ اس طرح نہیں ہے۔ اگر آپ rule آپ جائیں، تو پھر مالک پر بھی apply ہو گا۔ اُسیں دیکھیں ناں، اگر ایک ایم پی اے کے پاس ہے کہ۔ آپ بالکل اُنکی تلاشی لے لیں۔ اُنکو سیکورٹی purpose پر۔ اور اُنکو اندر آنے دیں۔ اور اُنکو کہہ دیں ”کہ جا کر کارڈز بنادیں“۔ یہ جو یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں، انکو کہو ”کہ بغیر کارڈز کے آپ کسی کو جانے دیں“۔ It is a very simple matter.

اب ایک ایم پی اے کے ساتھ کوئی اُنکا دوست ہیں۔ آپ search کریں اُنکو۔ لیکن آئیں، جب تک کارڈ نہیں ہو گا، آپ اُنکو entry نہیں دیں۔ تو اگر وہاں آپ کسی کو بٹھاؤ گے، وہ بے عزت ہو جاتا ہے۔ ہماری روایتیں ہیں۔ یہ اچھے نہیں لگتے ہیں، بار بار۔

جناب اسپیکر: ڈاکٹر صاحب! گیٹ کے اوپر ہے، وہ کارڈ والا بٹھایا ہوا ہے۔ تو اُدھری وہ کارڈ بناتا ہے۔

قائد ایوان: دیکھیں ناں، وہاں پر بالکل scrutiny نہیں ہوتی ہے، صحیح معنوں میں، جمگھٹے آ جاتے ہیں۔ ٹھیک ہے، ایک چیز ہے۔ دوسری جانب میں اپنے اراکین پارلیمنٹ سے بھی میری گزارش ہے کہ ہمیں بھی cooperate کرنا چاہیئے۔ جہاں کہیں ہم سمجھتے ہیں کہ security concerned ہوں،

اُسمیں ہمیں بھی cooperate کرنا چاہیئے۔ اور آپ کے جو یہاں کا عملہ ہے، وہ بالکل عجیب relax mood میں ہیں۔ اُسکو کہو جہاں ہم آپ کو کہتے ہیں کہ روکو، وہاں آپ روکتے نہیں ہیں۔ جہاں آپ کو روکنا نہیں ہیں، جس کو روکنا نہیں اُسکو آپ روک لیتے ہو۔ اب رحمت کو اگر نہیں جانتا ہے، منظور کو اگر وہ نہیں جانتا ہے۔ تو پھر، yes اگر انکی گاڑی میں دوآدمی ہیں، بھئی! آپ ہمیں چھوڑ دیں۔ وہ بیشک اندر آ کر کارڈ بنا دیں گے۔ اُنکو جب تک کارڈ نہیں ہو گا آپ اس گیلری میں یا اُس گیلری میں بیٹھنے نہیں دیں۔ دیکھیں نا! کچھ چیزیں ہم لوگ، اُسمیں میری آپ سے اپیکر صاحب! گزارش ہے کہ جو بھی آپ۔ مطلب کل ہم اتنے عذاب میں تھے۔ پتہ نہیں تھا کہ ہم یہاں سیشن attend کریں۔ یہاں بولیں۔ یا باہر کو سنجھالیں۔ تو kindly اپیکر صاحب! ان چیزوں کو آپ concentrate کر دیں۔

جناب اپیکر: جی بالکل۔

قائد ایوان: اس وقت آپ ایک بیشک agree with you ا کہ آپ ایک مشکل حالات سے گزر رہے ہیں۔ لیکن یہ properly تو manage ہونا۔ ہر آدمی دس گارڈ لاتا ہے۔ وہاں پر دس گاڑیاں کھڑی کر لیتے ہیں۔ دوسرے کے وہاں پر دس گاڑیاں ہیں۔ اب خدا نخواستہ ایک گولی چل گیا، Who is the responsible? kindly اسکو چھوڑ اساد بیکھیں۔

جناب اپیکر: صحیح بات ہے۔ جی بالکل اسکو stream-line کرنا پڑیگا، اس سیشن کے بعد ہم سب اکٹھے ہو جائیں گے۔ جن دونوں اراکین نے گزارش کی ہے۔ اور انکے ساتھ جو واقعہ پیش آیا ہے۔ اُنکا بھی ازالہ کرتے ہیں کہ ادھر آ کے excuse کریں۔ ایک بار پھر میں گزارش کرتا ہوں کہ اپنے اراکین سے کہ وہ تو یہاں pistol نہیں باندھیں نا۔ آپ گنجائش ہی نہیں دیں اگلے کو بات کرنے کی۔۔۔ (مدخلت)۔ جی وہ بھی ہم باہر روک لیتے ہیں۔ جی! اپنے اراکین ہیں، آپ سیدھی طرح رحمت کہیں نا کہ ہمارے ممبرز ہیں۔ ممبرز کو نہیں باندھنا چاہئے۔۔۔ (مدخلت)۔ اٹیلی جنس نہیں ہے، scanner گاہوتا ہے۔ scanner گاہوتا ہے۔

اُسمیں سے پتہ لگ جاتا ہے۔ جی کھیڑان صاحب۔

سردار عبدالرحمن کھیران: منظور کا کڑ کے ساتھ جو ہوا اسکا way-out یہ ہے کہ جو ایم پی اے جس کاڑی میں آ رہا ہے۔ اُسکے ساتھ اگر ذاتی دو تین آدمی ہیں۔ مثال ہے اگر میرا بیٹھا ساتھ ہے، یا میرا پی اے یا پی ایس ہے، تو آپ اپنے اسٹاف کو بتا دیں کہ اُنکو نہیں روکیں۔ باقی مزید گاڑیاں نہیں آنے دیں۔ آگے وہ آ جاتے ہیں، آپ کے چیمبر میں بیٹھیں گے یا CM صاحب کے چیمبر میں بیٹھیں گے۔ یا گیلری۔ میں تو

بنا میں گے۔ میرے ساتھ بھی ہوا ہے۔ پھر میں توکل آیا۔ میرے آگے منظور کا کڑکی گاڑی تھی۔ پھر رحمت صاحب آئے۔ تو ایک نیا کوئی سب پولیس انسپکٹر ہے، وہ بد تیزی کر رہا تھا نا۔

جناب اسپیکر: ٹھیک ہے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: kindly تو جو گاڑی ایم پی اے کے ہیں۔ ایم پی اے خود اپنے ساتھ اگروہ خود کش لیکر آیا تو وہ خود بھی جایگا۔ پھر اسکا اللہ ہی حافظ ہے، جانا چاہئے اُسکو جی۔

جناب اسپیکر: جی۔ میری گزارش یہ ہے آپ سے۔ پہلے تو ایم پی اے صاحبان سے میری request ہے کہ پلیز ہتھیار باندھ کر ایوان کے اندر، اسمبلی کی حدود میں نہیں آئیں۔ جی نواب جو گیزی صاحب!۔

نواب محمد ایاز خان جو گیزی: شکر یہ جناب اسپیکر! آپ کا as a Deputy experience سینٹ میں bھی اسے ہے کہ ہم نیشنل اسمبلی کی بھی اور سینٹ کے بھی Chairman اور ہمارا Membeer experience ہے۔ وہاں پر جو ایک اصول بنایا گیا ہے۔ وہ ہم چیمber میں بیٹھ کر، وہ سارے طکر کے، ہر روز یہ اس اسمبلی کے گیٹ پر یہ تماشے، یعنی اس سے ہمارے ممبروں کا position ہوتا ہے۔ یعنی میں بھی اسی گیٹ سے آیا۔ لیکن میں ان چیزوں کا ذرا خیال زیادہ رکھتا ہوں کہ پہلے سے اپنا جو PS ہے اُنکا پورے سیشن کا کارڈ بنایا ہوتا ہے۔ اور جو visitors آتے ہیں، اُنکا کارڈ ہم اُنکے ذریعے بنوادیتے ہیں۔ یہ آپ کی بات صحیح ہے کہ حالات ٹھیک نہیں ہیں۔ اور خدا نخواستہ اگر اسے غفلت ہوئی اور ایک بڑا incident ہوا۔ تو اسے بالکل سیکورٹی پر کوئی compromise نہیں ہونا چاہئے۔ سیکورٹی سخت ہونی چاہئے۔ لیکن اسے یہ طریقہ نہیں ہونا چاہئے کہ ممبروں کو خدا نخواستہ آپ گیٹ پر روکیں۔ اور یہ بھی ہے کہ آپ ایک ایسے بندے کو وہاں پر کھڑا کریں تاکہ وہ اپنے ممبروں پہچان سکیں۔ یعنی وہ ابھی تک اپنے ممبروں کو نہیں پہچان سکتے ہیں۔ تو یہ سیشن کے بعد آپ کے چیمber میں بیٹھ کر، یہ ایک مکمل وہ بنائے کہ کس طریقے سے visitor کو لانا ہے، اور کس طریقے سے ہمیں آنا ہے۔ ہاں، یہ سیکورٹی کا مسئلہ ہے۔ میں نے خود اپنی آنکھوں سے یہاں آپ کے جو یہ گلبری ہے، اس گلبری میں ایک بندہ آیا اور وہ جب بیٹھ رہا تھا تو اسکا pistol جو تھا، یہ کرسی کے پینڈل جو ہے، اسے ہمیں پھنسا ہوا تھا اور وہ بالکل واضح نظر آیا۔ اور اس نے پھر واپس اٹھا کر کے بیٹھ گیا۔ یعنی پھر اسی دن میں نے کہا کہ یہاں visitors gallery میں لوگ آکے اپنے pistols کے ساتھ آ کر بیٹھتے ہیں۔ تو اس پر ذرا سوچیں۔

جناب اسپیکر: جی ہاں! سختی کرنے پڑ گئی ناں اُسمیں آپ کے اراکین کا تعاون چاہئے۔ پھر ادھری، ہم اُنکے تھیار را د کر کے رکھ لیں گے۔ جب واپس جائیں گے، تو اُنکے تھیار انکو واپس دے دیا کریں گے، کہ لیتے جائیں اپنے۔ کیونکہ ابھی اس وقت آپ ان حالات سے گزر رہے ہیں۔ آپ normal حالات میں نہیں ابھی اس وقت۔ ہاں! آپ normal حالات میں نہیں ہیں، یہاں بھی کرنا پڑیا اور ایم پی ایز ہائل کی حالت تو اور ہے۔ وہاں آتے ہیں، آپ کے ملاقاتی آتے ہیں visitors کو آپ کو خود آکے receive کر کے لانا چاہیے۔ جی! ڈاکٹر اچکزی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی حامد خان اچکزی صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: جناب اسپیکر! جو رُکن بابت صاحب نے جو ذکر کیا کہ اسمبلی ممبران اسلحہ کے ساتھ اسمبلی کی premises یا اسمبلی کے ہال میں آتے ہیں۔ پھر میرے خیال میں ہمیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ ہم کسی بھی بندے پر اُغلشت درازی کریں کہ وہ سیکورٹی کا خیال نہیں رکھتا ہے۔ ایوان کے قدس کا خیال نہیں رکھتا ہے۔ اور ہماری بندی حقوق اور فلاناں۔ تو ہم آپ کے ذریعے پورے House کو یہ request کریں گے کہ وہ خود بھی اسکی پابندی کریں، جو اُنکے ساتھ آتے ہیں وہ بھی اس چیز کی پابندی کریں۔ ہم اپنی طرف سے اسکی پابندی کریں گے۔ پھر ہم یہ حق دار ہو گئے کہ آپ کو ذمہ دار تھہرائیں گے۔ بڑی مہربانی۔

جناب اسپیکر: جی بالکل۔ thank you بابت صاحب! Please take the Floor.

جناب عبداللہ جان بابت: جناب اسپیکر صاحب! آپ نے مجھے موقع فراہم کیا اس اہم موضوع پر۔ میں سب سے پہلے جناب سردار اختر مینگل صاحب جنہوں نے آج حلف اٹھایا اور حمل کلمتی صاحب کو جنہوں بھی آج حلف اٹھایا، اسکے علاوہ آج اس ایوان میں سردار کمال خان ہنگوئی، ایم این اے صاحب اور روف مینگل صاحب، ابھی تو وہ ایم این اے نہیں امید ہے کہ بن جائیں۔ تو جناب مسئلہ امن و امان، امن و امان تو ہمیں جیسے دوسرے ممبران نے کہا یہ ورنہ میں ملا ہے۔ یہ ضیاء الحق جو آئے تو اُس کا جو مجلس شوریٰ تھا، یہ لوگوں کو مسجدوں میں اکٹھا کرتا تھا۔ پھر ان کا صلوٰۃ کمیٹیاں بناتا تھا۔ پھر یہ رمضان میں، حالانکہ رمضان کا احترام تو یہاں اس صوبے میں بلوچ پشتوں بہت زیادہ کرتے ہیں۔ مگر اُس نے ایک ایسا بناوٹی طریقہ اپنایا جس سے لوگوں میں، بالکل لوگ تو روزہ رکھ رہے تھے مگر اُس نے وہ فوجیوں کے ذریعے، دوسروی کے ذریعے، صلوٰۃ کمیٹی کے ذریعے ”کہ جاؤ یہ جو ہے تبلیغیوں والا دھندا ہے“۔ یہ انہوں نے ضیاء الحق صاحب نے بھی شروع کیا۔ تو یہاں پر کوئی وہ چیز نہیں

تھا۔ یہ کلائنوف جو تھا صاحب! آپ کو خود معلوم ہے کہ کلائنوف کو کوئی جانتا بھی نہیں تھا۔ یہ جو کلچر ہے، یہ پہلی دفعہ ضیاء الحق کے دور میں آیا۔ اور یہاں پر یہ جو ہیر و رن ہے، یہ جو ڈرگ مافیا ہیں یا یہ دوسرے چیزیں، یہ تو ضیاء الحق کا جو ہے ہم لوگوں کو ایک تھفہ ہیں۔ تو یعنی یہ جو حالات ہیں یہ آج نہیں خراب ہوئے ہیں۔ پھر یہ جو مذہبی فرقہ واریت ہے صاحب! یہ سادہ بات نہیں ہے، یہ ہم لوگ، ہمارا شہر، بہت چھوٹا شہر ہے اور الائی۔ وہاں پر ہزارہ تقریباً ایک محلے میں کچھ لوگ ہیں جن کے گھر ہیں مگر اتنی رواداری تھی کہ ہم لوگ جو دسویں کے محروم کا دن ہوتا تھا تو ہم امام بائزوں میں جاتے تھے، نہ کوئی اسکو کچھ کہتا تھا نہ کچھ تھا مطلب ہے اتنی رواداری تھی کہ باکل اس کوئی شہر میں بڑے بڑے جلوس نکلتے تھے، مگر کوئی اسکو کچھ نہیں بولتا تھا۔ مگر یہ جو کلچر ہیں یہ سب سے پہلے صاحب! یہ جو پہلے introduce کرایا گیا۔ تو سب سے پہلے جو یہاں پر جو جہاد کا انفراس، وہ سب سے پہلے ہوا، وہ بھی ہمارے صوبے کے حصے میں آیا۔ کہ یہاں پر جہاد۔ جہاد معنی کس کے خلاف؟۔ یعنی اُس وقت جو جہاد کا انفراس ہوئی۔ یعنی پھر یہ جو ہم لوگ آہستہ آہستہ دیواروں پر لکھتے تھے ”کہ بھائی! یہاں پر یہ ”شیعہ، شیعہ کافر کافر“۔ یہ پہلے ہم لوگوں نے سن۔ نہ کوئی کافر تھا نہ کوئی تھا سارے اہل تشیع والے۔ اہل سنت والے۔ ابھی تو فرقہ اتنے بڑھ گئے ہیں قسم ہے اگر مجھے بھی نام آتے ہیں۔ فلاں فلاں ہیں۔ ہم لوگ سارے وہ سادہ نماز پڑھتے تھے۔ وہ باپ دادا والا دین کرتے تھے۔ روزہ رکھتے تھے۔ مگر یہ نیا چیز آ گیا۔ کوئی کالا پکڑی آ گیا کوئی سبز پکڑی آ گیا۔ یہ سارے یہ ضیاء الحق کا عمل تھا۔ خدا قسم ہے اس سے پہلے نہ کسی کو یہ فرقہ واریت تھا کچھ تھا۔ ابھی یہ دھنہ بھی انہوں نے شروع کیا ہے کوئی بولتا ہے یہ قبرستان میں پیسے دینا ہے کوئی بولتا ہے نہیں دینا ہے کوئی بولتا ہے دعا کرنا کوئی بولتا ہے نہیں کرنا ہے۔ بھائی! یہ جنجال ہمارے لئے نہیں بناؤ۔ ہمارے دادا، باپ۔ یہ تو سارے پھرasi میں چلے گئے ہیں۔ انہوں کا نہ تو کوئی نہ کالی پکڑی تھی نہ وہ ململ والا پکڑی باندھتے تھے، ہمارے جو سندر خیل تھے۔ بھائی وہ تو پھر سارے کفر میں گئے۔ ہمیں ارمان ہیں ہمارے دادوں کا۔ اگر واقعی یہ فرقہ واریت ہے یہ فلاں ہے۔ تو ان بچاروں کا تو ہمیں افسوس ہے پھر۔ یہ چودہ سو سال سے جو ہمارے آباؤ اجداد مرے ہیں، ان بچاروں کا کیا بنے گا؟۔ انہوں نے نہ تو یہ چیزیں دیکھی ہیں۔ تو پھر یہ جو فلاں ہے یہ کافر ہے۔ دیواروں پر لکھا جاتا تھا۔ اگر کسی نے مسلح ٹریننگ حاصل کرنی ہے، تو فلاں نمبر پر رابطے کریں۔ یعنی یہ آج کی بات نہیں ہے۔ میں ملتان گیا، شہر میں گیا اڈھر ایک ڈبہ پڑا تھا دوکان میں۔ دکان میں میں گیا تو ڈبے پر لکھا تھا جہاد فی سبیل اللہ۔ میں نے کہا او ملتان والے! ہم لوگوں کو تباہ کر دیا۔ پھر ان تو بالکل سارے جو ہیں ان بچاروں کو بس آپ لوگ یہ ترغیب دے رہے ہو۔ ”کہ بس جنت تمہارا ہے“۔ تم لوگ کیوں جنت کیلئے نہیں جاتے ہو؟۔ لا ہور میں، وہ کیا نام

ہے، وہ مشہور جو ہے انکا۔ پھر مجھے نام یاد آ جائیگا۔ تو وہ جو ہے وہ حافظ عبید والا، کونسا جگہ ہے مشہور شہر ہے؟۔ انکا ایک دفعہ ہمارے پڑھانوں کو لے جاتے ہیں۔ رائیوں۔ پھر رائیوں کے بعد لے جاتے ہیں ادھر مسلح۔ مردا! خدار! یہ ہم لوگوں نے کب کیا ہے۔ ہم لوگ شریف لوگ تھے۔ ہم لوگ زراعت کرتے تھے ہم لوگ یہاں پر کھٹتی باڑی کر رہے تھے۔ ہمارے بچ پڑھ رہے تھے۔ ہم اتنے civilized تھے کہ ہمارے گاؤں میں اور کسی کو بہانہ نہیں ملتا تھا، جب اُسکی گائیں بچہ دے دیتا تھا بھی ہم لوگ ڈھول بجاتے تھے۔ ابھی ڈھول ناروا۔ یہ خاص قسم کا قیامت بنایا ہوا ہے۔ تو یہ جو ہے ضیاء الحق۔ پھر بھٹو صاحب کو بھی خدا نخشی۔ تاریخ میں کوئی نہیں بچ گا۔ جس نے بھی غداری کی ہے۔ جس نے بھی اپنے قوم کے ساتھ، اپنے وطن کے ساتھ، تاریخ بہت خالم چیز ہے تاریخ ہر چیز کو اُجاگ کر دیگا۔ یہ بھٹو تھے۔ یہ پی ایس ایف کس نے بنایا؟۔ آج تو بھٹو صاحب کے پارٹی کے لوگ ناراض ہون گے۔ اس بھٹو صاحب کے جیل میں ہم نہیں تھے؟۔ اس بھٹو کے کراچی برائی میں ہم نہیں تھے؟۔ ہمیں نہیں پکڑا گیا تھا؟۔ بھٹو صاحب تھے۔ یہ پی ایس ایف تھا۔ وہ ہمارا پارٹی کا چیئرمین محمود خان اچکزئی۔ جب ان پر مقدمہ بنایا، بھٹو صاحب پر، تو بھٹو صاحب جو تھے، وہ پانسی کے کا کوٹھڑی میں تھے۔ تو یہاں پر محمود خان کے پاس آئے لوگ۔ یہی بختیار جو تھے وہ بھٹو صاحب کے وکیل تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ ابھی جو ہے وہ جو یہی بختیار ہے وہ بھٹو کے پھانسی کا case لا رہا ہے۔ تو اسکو ابھی کس طرح disqualify کرنا ہے؟۔ اُس وقت جو پاکستان میں ایک ہی seat تھا، جس پر سب سے زیادہ، 1977ء کا۔ مجھے یاد ہے۔ میں خود پولنگ ایجنسٹ تھا۔ تو وہ 1977ء کے ایکشن میں تو یہ ہمارے seat جو تھا قلعہ عبداللہ والا، جو کل ہم بھاری اکثریت سے جیتے ہیں، یہی seat پر محمود خان ایکشن اڑ رہا تھا۔ تو اس پر ہمارے خلاف دھاندی ہوئی۔ یہی بختیار، بھٹو صاحب نے۔ اور پاکستان میں ایک واحد seat تھا، جو ثابت ہوا، جس پر دھاندی ہوئی، یہی بختیار کیلئے۔ پھر یہی بختیار کے خلاف واحد یہ case تھا کہ پاکستان میں اسکے خلاف مقدمہ چلا۔ تو محمود خان کو جب اُس وقت کے، وہ ایف ایس ایف والے جو تھے، وہ مسعود محمد تھا۔ تو محمود خان کو بولا ہے ”کہ ابھی آپ آ جاؤ اور اسکے خلاف گواہی دو۔“ بھٹو کے خلاف۔ تو محمود خان نے کہا ”کہ میں محمود اچکزئی ہوں، میں مسعود محمد نہیں ہوں۔“ تو ہمارا تو، ہم تو ہمیشہ ان چیزوں کے، یہ ناروا۔ ہم اپنے، یہ 6 جولائی کا واقعہ جو ہوا۔ شاید آپکو کوئی مشہور واقعہ، فائز بر گیڈ کے دو آدمیوں کا لڑائی ہے، وہ بولتا ہے، پانی لا کو وہ بولتا ہے نہیں لاتا ہے۔ فائز بر گیڈ پر لڑائی ہو گیا۔ ہو گیا۔ بھائی! ادھر سے ادھر سے گھیرا کرو، لوگوں کو مارو، فلاں کرو۔ میں خود، اُس وقت مجھے یاد ہے کہ یہ میزان چوک پر میں نے خود آدمی کو کپڑا۔ وہ کہہ رہا تھا۔ یہ 1989ء کی بات ہے۔ ”کہ بھائی! یہ جو ہے شیعہ کافر ہے۔“ کہدھر سے

شیعہ کافر ہے؟۔ کیسے کافر ہے؟۔ ”یہ شیعہ کافر ہیں“۔ بھائی نہ شیعہ کافر ہیں نہ ہم اتنے بڑے مسلمان ہیں۔ کیسے شیعہ کافر ہے؟۔ اُنکا نہیں ہے امام باڑہ۔ خدا قسم ہے وہ جتنا طریقے سے وہ اپنا نماز اور اپنا فرضیات ادا کرتے ہیں۔ مجھے تو معلوم ہے۔ میں تو ہزاروں کے گھر میں رہا ہوں۔ کسی کو یہ نہیں کہنا چاہیے۔ تو یہ تو ابھی یہ حالت ہے کہ وہ جو پھر گھیر اڈا لایا کوئی نہیں۔ پھر یہ فرقہ واریت۔ یہ جو فلاناں چیز ہے، جس کا آپ نے ذکر کیا۔ ابھی ہم لوگوں کو نام لینا بھی گناہ ہے۔ مشرف کیا تھا؟۔ ضیاء الحق کیا تھا؟۔ مشرف دیکھو، وردی دیکھو۔ فلاناں ہاتھ ایسا کھڑا کر دیتا تھا کہتا تھا ”میں ہر جگہ کسی کو hit کر سکتا ہوں؟۔ آج وہ خود hit ہو رہا ہے کہ نہ ہو رہا ہے؟۔ تم کیسے اتنے زور آور ہو؟۔ اور آج جو ہماری جو حکومت ہے، ڈاکٹر مالک کی سربراہی میں۔ ہماری حکومت، ابھی law and order کا مسئلہ ہے۔ ابھی تو اتنا بڑا بھار ہے، اتنا بڑا وہ گرد ہے کہ ہماری حکومت کو ابھی تین مہینے نہیں ہوئے ہیں۔ ہمارے وزیر اعلیٰ صاحب، محترم ڈاکٹر مالک صاحب نے جب سے وہ وزیر اعلیٰ بنے ہیں، ٹھیک بدمنی ہے۔ ابھی اسکو کون روک سکتا ہے کہ آدمی کو بولو کہ بھائی! آپ جب شہید ہونگے، تو اُدھر فرشتے کھڑے ہیں اور آپ کو روں وال دکھائیں گے اور آپ کو خوبصور دکھائیں گے، سات نالے، ایک طرف سات نالے، دوسری طرف۔ یہ ہمارے بس کی بات ہے۔ اسکو ہم روک سکتے ہیں اور اسکو روکنے کیلئے آج ہمارے علماء کرام نے بھی کردار ادا کرنا ہوگا۔ بھائی! کیسے لوگ ہیں۔ یہ بچے، یہ بھی تو مُفتی صاحب بیٹھا ہے اسکے سارے عبداللہ زدی میں کوئی یہ بتائے کہ یہ شہید ہوا ہے؟۔ جنت ایسا اچھا چیز ہے۔ ناراض نہیں ہوں۔ میں personal attack خدا کی قسم اگر کر رہا ہوں۔ personal attack بہت بُری بات ہے۔ اگر کسی مولا ناکے گھر کوئی شہید ہے تو وہ کل اخبار میں دے دیں۔ فلاناں مسیروں کی، فلاناں شبوزی کی، فلاناں، وہ غریب۔ بھائی! کیوں یہ کر رہے ہو؟۔ خدا کیلئے، خدارا! یہ امن جو ہے۔ ابھی ہماری حکومت کوئی کوشش نہیں کر رہی ہے۔ ابھی آپ قلعہ عبداللہ اور کوئی روڈ دیکھو۔ ہماری حکومت آئی ہے اُسی دن میں نے جلسہ عام میں کہا ہے۔ ایک ایسا کالا سا بلوج A.C. ہے، خدا کی قسم رنگ سے بھی بہت کالا ہے۔ اُس نے سارا قلعہ عبداللہ کو control کیا ہے کہ نہیں؟۔ جب آپ لوگ نہیں کر رہے ہیں دوسرے لوگ مداخلت کر رہے ہیں۔ قلعہ عبداللہ، پشین، چمن روڈ clear ہے کہ نہیں ہے۔ تو ہماری حکومت تو اپنے طور پر کوشش کر رہی ہے۔ ڈاکٹر مالک صاحب دن رات، یہ جو واقعات ہوتے تھے لوگ بولتے تھے ”کہ بھائی! انکو tissues دے دو“، ابھی یہ اسکے ساتھ ہیں، خدا کیلئے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ دیکھو۔ بولتا ہے ان کیلئے tissues بھیجو۔ ڈاکٹر مالک اُسی رات ہر مریض کے پاس جاتا ہے کہ نہیں جاتا ہے؟۔ آؤ ہم ڈاکٹر مالک کی حمایت کریں۔ ہم ڈاکٹر مالک کو support کریں۔

ہمارے صوبے میں جو بدانی ہے۔ ابھی یہ جو ہے یہ جو ملیشیاء والے ہیں۔ ابھی انکا نام لینا بھی گناہ ہے۔ خدا تم ہے۔ بھئی! تم کیسے ملیشیاء والے ہو۔ قندھاری بازار میں لوگ مارتے ہیں۔ تو تم لوگ اُسکو نہیں پکڑ سکتے ہو۔ آج تک ملیشیاء والا یہ بتائے ”کہ ہم نے جناح روڈ پر اس آدمی کو پکڑا ہے“۔ یہ ریکارڈ لائیں۔ بھائی! ابھی جو ہمارے جو پولیس ہیں انکو بھی وہ وسائل ہم انسان اللہ کو شکر یں۔ ہماری یہ تجویز ہے ہماری حکومت سے کہ وہ جو ہے ایف سی کو اور جو ہمارے پولیس ہیں اور لیویز والے بیچارے۔ حالانکہ 80% سے زیادہ علاقہ وہ لیویز کے آدمی ہیں، لیویز کو جدید تھیار دو۔ یہ گاڑیاں سارے آفسر لوگ استعمال کر رہے ہیں۔ خدا کی قسم میں تو ڈاکٹر مالک کو کہتا ہوں کسی سیکرٹری کے پاس گاڑی نہیں ہونی چاہیے، جیسے اسلام آباد میں ہے۔ کیا ضرورت ہے۔ سیکرٹری کو بچوں کیلئے علیحدہ گاڑی۔ بھائی ہم تجویز دے رہے ہیں ڈاکٹر مالک کو کہ بھائی یہ جو آفیسر ان ہیں بھائی یہ آفیسر ان مراعات انکابنگلے ان کافلاناں ان کا کام zero۔ بھائی آفیسر ان جو ہیں، ابھی وزیر اعلیٰ صاحب آگیا یہاں پر۔ وہ پھر ناراض ہو گا۔ ہمارے صوبے کے جو بڑے ہیں، وہ تباadol میں لگے ہیں۔ خدا کو مانو بھائی چھوڑوا بھی۔ پھر مالک صاحب بولے گا، بابت کو پھر بعد میں ڈاٹنٹ گا۔ میں آپکے ریکارڈ میں لاتا ہوں انکو منع کرنا ہے ان کا موس سے کہ نہیں؟۔ تو میں یہ تجویز کرتا ہوں۔ لیویز کو جدید کیا جائے۔ لیویز کو گاڑیاں دینا چاہیے۔ وائرلیس سیٹ دینا چاہیے۔ سب کچھ دینا چاہیے۔ اور جو ایف سی ہے۔ ابھی ایف سی جو ہے جناب اسپیکر صاحب! وہی ایف سی لگی ہے لوگوں کی زمینیں لے رہا ہے، خدا کیلئے۔ ابھی وہ ہمارے تو ہوم سیکرٹری بن گئے ہیں، پہلے چیف کمشنر تھے۔ میں نے انکو بھی کہا ہے۔ بھائی میخت میں لوگوں کی زمین لے رہے ہیں۔ کیوں لے رہے ہو بھائی؟۔۔۔ پلک کی زمین ہے اُسکو آپ کس اُسمیں لے رہے ہیں۔ تو ہم یہ کہتے ہیں کہ ایف سی کو بھی اپنا کام بجھانا چاہیے۔ اب حالات اس رُخ پر نہیں ہیں جناب اسپیکر صاحب۔ آپ نے خود ذکر کیا۔ ابھی آپ کار روڈ جو ہے کتنا پُر امن علاقہ تھا۔ ہم لوگ وہاں ڈیرہ مراد جمال چکر کیلئے جاتے تھے۔ ہم وہاں جاتے تھے وہ پٹ نیڈر پر۔ ہم جاتے تھے اوستہ محمد۔ یہ اوستہ محمد ہے میں تقریباً 84-85ء میں وہاں رہا ہوں۔ میرا ایک چچا اور ملازم تھا۔ تو وہاں پر اتنا امن تھا وہ آپکا جو بند بازار ہے۔ آج کیا حالات ہیں، اوستہ محمد میں۔ خضدار ہے۔ سردار صاحب نے ذکر کیا۔ بھائی! خضدار ہے راستہ ہے۔ بھائی! بسوں کو لوگ مار رہے ہیں۔ ہاں ہم missing persons کے ہم کہتے ہیں۔ کہ تمام جولاپیہ افراد ہیں۔ انکو لے آؤ۔ مگر یہ بھی نہیں ہونا چاہیے غریب لوگ جو ہیں ہمارے۔ ریل گاڑی کو مارنا۔ ٹرین کو مارنا۔ نالی کو مارنا دھوپی کو مارنا۔ ہم قوم پرست جو بھی اپنے آپ کو قوم پرست کہتا ہے، وطن دوست کہتا ہے اُس نے ان چیزوں کو condemn کرنا ہو گا۔ ہر وہ جو، جو چیز ہم اپنے بچ کیلئے نہیں پسند کرتے

ہیں جو اپنے خاندان کیلئے پسند نہیں کرتے ہیں، جو اپنے قبلے کیلئے پسند کرتے ہیں۔ ہمیں وہ چیزیں دوسروں کیلئے نہیں کرنا چاہیے۔ دانستہ طور پر۔ ملاوں کو یہ کہنا چاہیے۔ خودشی حرام ہے۔ خودش حملہ حرام ہے۔ مسجدوں کو ڈاکٹر صاحب نے free-hand challenge کرو۔ بھائی! control کرو۔ یہی ملا ہے۔ اسی ملا کو میں کرتا ہوں تم جا کر چھاؤں میں یہ تقریر تو کرو؟۔ کرونا۔ جاؤ چھاؤں میں بھی کرو۔ تم تو حقیقت بول رہے ہو۔ ادھر آ کر غریب لوگوں کے سامنے۔ مسجدوں پر مکمل، بھائی مسجد جو ہے وہ عبادت کا جگہ ہے۔ جناب میں آ پکو، وزیر اعلیٰ صاحب کو، آپکے توسط سے بولتا ہوں کہ بھائی! اپنا جو ہمارے یہود کریمی ہے، انکو خدا کا واسطہ ہے۔ اس طرح تو نہیں سمجھتے ہیں۔ ایک چار مہینے تو آپ لوگ آرام کرو مڑا۔ مرٹا! چھوڑ وا بھی اتنے مراعات کو۔ تمام جو ہمارے آفسران ہیں، جو ڈپٹی کمشنز ہیں۔ میں قلعہ عبداللہ کا example آپ کو میں نے آپکو دیا ہے۔ قلعہ عبداللہ تو سب سے سخت ہے۔ ڈیرہ مراد جمالی سے بھی سخت ہے۔ خضدار سے بھی سخت ہے۔ فلاں سے بھی سخت ہے۔ تو ہم یہ کہتے ہیں۔ تو ہمارے جو سردار صاحب آ جائیں۔ سردار صاحب سے بھی ہماری یہ گزارش ہے۔ ہماری یہ request ہے کہ وہ ہمارے حکومت کے ساتھ تعاون کریں۔ ہم انشاء اللہ تمام ان چیزوں کو جو اس صوبے میں ہیں جو بدمانی ہے۔ جو فلاں ہے۔ ہم ڈاکٹر صاحب کے شانہ بشانہ ہیں۔ اور ہم تمام حکومت جو ہے، انشاء اللہ ہم تمام چیزوں کو اس چیز پر۔ یہ بہت حساس مسئلہ ہے۔ law and order کا بہت سخت حالت ہے۔ صوبے میں لوگ ابھی تک پانی نہیں مانگ رہا ہے پانی انکو ضرورت ہے لوگوں کو تعلیم کی ضرورت ہے لوگوں کو نوکریوں کی ضرورت ہے۔ مگر جس سے بھی پوچھو وہ کہتے ہیں امن دو، امن دو۔ تو ہمیں خدارا! ہم نے امن میں تمام یعنی ڈاکٹر مالک صاحب کا ساتھ دینا ہے۔ اور ہماری حکومت انشاء اللہ، یہ جمہوری لوگوں کی حکومت ہے یہ تمام وہ لوگ ہیں جنہوں نے عوام سے دوٹ لیکر ہم آئے ہیں۔ تمام عوام نے ہمیں حمایت دیا اور عوام کی حمایت سے انشاء اللہ ہم لیو یہ کو بھی جدید کریں گے پوپیس کو بھی۔ اور جو ہمارے ڈپٹی کمشنز ان ہیں۔ جو ہمارے اے سی صاحبان ہیں۔ جو تحصیلدار ہیں یہ سب ڈپٹی کریں گے۔ اور ڈاکٹر صاحب انکو سخت آڑ رز کریں گے کہ بھائی! ہر ایک نے اپنے سینٹر پر رہنا ہے۔ کسی نے بھی۔ اگر ایک چور کو آپ پکڑیں گے وہ دس چور اور بتائے گا۔ چور کا کیا ایمان ہے۔ چور دیکھو اور اس کا ایمان دیکھو۔ نہ چور کا ایمان ہے نہ چور کی بہت ہے۔ ہم لوگوں نے چوروں کو پکڑنا ہے ڈاکوں کو پکڑنا ہے انشاء اللہ ان چیزوں کو ہم نے جو بھی law and order پر ہمارا جو یہ فال تو ہمارے پیسے جاتے ہیں زخمیوں پر دوسروں پر لوگ جو شہید ہوتے ہیں۔ اگر یہی توجہ ہم پہلے سے ان بنیادی چیزوں پر دیدیں۔ تو انشاء اللہ ہماری حکومت جو ہے وہ انشاء اللہ آپ کو اچھا result دیگا۔ ہمارے جو لوگ

بیں یہ ہم سارے انشاء اللہ ایسے کام کر نیں گے، جیسے اپنے گھر کا کام ہے، مہربانی۔

جناب اسپیکر: thank you جناب اسپیکر صاحب کوئی ضروری بات بتائیں، نہیں جواب نہیں دیں ضروری بات مختصر کریں۔ ایسا نہیں ہو کہ پیتنا لیس منٹ آپکا ہو جائے۔

مفتی گلاب خان کا کڑ: جواب نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب۔ ضروری مسئلہ ہے۔ یہ دین کا مسئلہ ہے مذاق نہیں ہے جناب اسپیکر صاحب۔ فاضل رکن ہمیشہ یہ کہتا ہے کہ علماء کرام نے ہمارے اوپر ڈھول کو بند کیا ہے۔ ڈھول کو علماء کرام نے بند نہیں کیا ہے یہ حدیث سے ثابت ہے کہ ڈھول جو ہے ناروا ہے اور ناجائز ہے۔ اب ابھی یہ یہی گلہ اور شکوہ کرتا ہے تو کیا یہ خدا اور رسول سے شکوہ نہیں ہے؟۔ مذاق میں آپکی ایمان چلی جائیگی۔ ہم افضل رکن کو یہی بتانا چاہتے ہیں کہ علماء کرام کا جو اختلاف رہا ہے، جس مسئلے میں رہا ہے، وہ اختلاف اپنی طرف سے نہیں ہے، نہ اپنے پیٹ کی طرف سے ہے۔ وہ علماء کرام جو بھی اختلاف کرتے ہیں وہ اختلاف احادیث پر مبنی ہوتا ہے۔

جناب اسپیکر: صحیح ہے۔

مفتی گلاب خان کا کڑ: قبرستان میں دُعا ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے؟۔ یہ احادیث۔ صحابہ کرام سے ایک طرف سے بھی ثابت ہے کہ قبرستان میں دُعا نہیں ہونی چاہیے۔ دوسری طرف سے بھی صحابہ کرام سے یہ حدیث ثابت ہے کہ دُعا ہونی چاہیے۔ تو کیا آپ اسکا مذاق اڑا کیں گے؟۔ آپ اپنے دین کا مذاق اڑا کیں گے۔ آپ اپنے عقیدے کا مذاق اڑا کیں گے۔ صرف لوگوں کو مسکرانے کیلئے، ہنسانے کیلئے، جذباتی بنانے کیلئے، انکا دل جیتنے کیلئے، آپ اپنے عقائد کا مذاق نہیں اڑا کیں خدارا۔ اسکیں ایمان چلی جاتی ہے۔ اگر کوئی دینی مسئلے کو تو ہیں کی نظر سے دیکھتا ہے، تو اس پر سارے علماء کرام کا ایک متفقہ فتویٰ ہے۔ آپ اُسے پڑھ لیں۔ آپ اپنے لئے معلومات حاصل کریں۔ پھر اسکے بعد جو ہے، آپ دینی مسائل میں جا کر اسکو آپ بیان کریں، مہربانی۔

جناب اسپیکر: شکریہ جی، شکریہ۔ جی جمل کلمتی صاحب! Please take the Floor!

میر حمل کلمتی: شکریہ جناب اسپیکر۔ جناب اسپیکر! سب سے پہلے اس ایوان میں بیٹھے ہوئے تمام اراکین، جنہوں نے مجھے اور میرے پارٹی کے قائد سردار اختر جان کو جس پُر جوش انداز میں welcome کیا ہے، میں تھہ دل سے انکا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جناب اسپیکر! آج جس مسئلے پر بحث ہو رہی ہے، امن و امان کے۔ میں پچھلے پانچ سال بھی اس اسمبلی میں رہا ہوں۔ اور گورنمنٹ پیغمبر پر ہم بیٹھے رہے۔ اور اسی مسئلے پر بات کرتے رہے ہیں۔ یہ مسئلہ آج کا نہیں ہے بلکہ 1948ء سے شروع ہوا ہے۔ یہ مسئلہ، ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ یہ

مسئلہ کس وجہ سے شروع ہوا؟۔ مسئلہ بلوچستان کے ساحل اور وسائل کا ہے۔ جب سے گوادر پورٹ، ریکوڈ ک اور ایران گیس پانپ لائن کی باتیں شروع ہوئی ہیں، اُس دن سے یہ مسئلہ دن بدن خراب ہوتا جا رہا ہے۔ اور جب گوادر پورٹ کا فیز 1 complete ہوا، اُسکے بعد سے یہ مسئلہ مزید بدتر اور خراب ہوتا گیا۔ جناب اسپیکر! ہم ترقی کی بات کرتے ہیں۔ جس پورٹ، یعنی گوادر پورٹ، جو گوادر میں بنایا جا رہا ہے، اُس پورٹ کے متعلق جو sign agreement کئے گئے ہیں، اس سے بطور ایم پی اے گوادر، نہ میں یا ہمارے ایم این اے گوادر کے بیٹھے ہوئے ہیں، نہ وہ، بلکہ ایوان میں بیٹھے ہوئے کسی بھی ارکین کو اسکے بارے میں علم نہیں۔ اسی طرح دوسرا issue ریکوڈ کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے ریکوڈ سے خوشحالی آئیگی۔ لیکن اُسکے متعلق بھی کسی کو کوئی خبر نہیں۔ جناب اسپیکر! جس صوبے کے پاس تقریباً ایک ہزار کلومیٹر ساحل ہو۔ جس صوبے کے پاس بے تحاشہ sea-food minerals اور export ہو۔ جو ہمارے صوبے کی اپنی پیداوار ہے۔ اور انکو باہر کے مالک میں بھی کیا جا رہا ہے۔ جس سے ہمارے صوبے کو کوئی بھی share نہیں دیا جا رہا ہے۔ جس صوبے کے پاس سوئی اور سیند ک جیسے projects ہوں۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کے تمام وسائل تو مرکزی حکومت کے پاس ہیں۔ اُن سے تو بلوچستان کونہ کچھ مل رہا ہے۔ نہ انکے بارے میں ہمیں کوئی معلومات ہیں۔ اور اب مرکزی حکومت میرے خیال سے گوادر پورٹ اور ریکوڈ پر انکی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ اور وہ اُن پر بھی قبضہ جانا چاہتی ہیں۔ جناب اسپیکر! آج جس مسئلے پر بات ہو رہی ہے، پچھلی دفعہ جب ہم کہنے میں تھے تو لوگ کہتے تھے ”کہ نواب رئیسانی اس مسئلے پر غور نہیں کر رہے“۔ اور آج ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ، چیف منشیر بلوچستان ہیں، میں سمجھتا ہوں کہ یہ چیف منشیر کی ذمہ داری نہیں بلکہ ایوان میں بیٹھے تمام معزز ارکین کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس مسئلے پر متفق ہوں اور اپنی تجاویز پیش کریں۔ جناب اسپیکر! گوادر پورٹ، جو وفاقی حکومت نے میرے خیال میں announce کیا ہے ”کہ مسکوہاںگ کا نگ کی طرز پر بنایا جائیگا“، آپ سب کے علم میں ہے کہ پہنچنے پانی میسر نہیں اور پچھلی حکومت نے بلکہ چھ مہینے تک چالیس کروڑ ستر لاکھ روپے دیئے۔ اور چھ مہینے تک گوادر ٹاؤن باوزر کے through پانی دیا گیا۔ اسی طرح جناب اسپیکر! گوادر agreement، جس کا اب تک کسی کو علم نہیں۔ اُس میں گوادر کو کیا share دیا جا رہا ہے؟۔ کراچی میں پورٹ تو بنایا گیا ہے۔ لیکن وہاں پر KPT Trust بھی بنایا گیا ہے۔ جس پر انکو share ملتا ہے۔ اور وہ کراچی کو develop کر رہے ہیں۔ اور ہمیں، گوادر، ناں کہ بلوچستان کو، میرے علم میں ہے کہ اس میں سے کوئی share نہیں دیا جا رہا ہے۔ میری request ہے کہ اُس agreement کو اس ایوان میں رکھا جائے اور پیش کیا جائے اور اُس پر بحث

ہونے کے بعد، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ agreement سے پہلے گوارد کے لوگوں کو، اس صوبے کے لوگوں کو اور تمام ایوان کو اعتماد میں لینے کے بعد یہ agreement ہونا چاہیے تھا۔ لیکن وہ نہیں ہوا۔ تو میری اب بھی request کہ اسکو پیش کیا جائے اور اس پر اراکین کی تجویز یا جائے۔ اور پھر اس پر از سر نو کام شروع کیا جائے۔ جناب اسپیکر! بلوچستان کے جو حالات ہیں، میرے خیال سے پچھلے دو مہینے ہوئے ہیں، 350 لاشیں، مختلف واقعات ہوئے ہیں۔ اور لاشیں آپ کہیں کہ ہمیں تھے میں دی جا رہی ہیں یا جس طرح۔ خیر اس مسئلے پر میں سمجھتا ہوں کہ میری کچھ تجویز ہیں کہ میرے قائد نے سردار اختر جان جو چھ نکات پیش کی ہیں، ان پر غور کیا جائے۔ اور میری تجویز ہے کہ پارلیمانی کمیٹی ایک بنائی جائے۔ جو بلوچستان کے issues کو یا اس مسئلے کو سامنے رکھیں۔ اور اسکے بعد اپنی متفقہ تجویز و فاقہ حکومت کو پیش کریں۔ اسکے بعد اگر عملدرآمد نہیں ہوں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ پورے ایوان کو متفق ہو کر ایک حل کی طرف جانا ہوگا۔ جناب اسپیکر! آخر میں میں دوبارہ تمام اراکین کا شکر یہ ادا کرتا ہوں۔ شکر یہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: ابھی اراکین سے گزارش ہے کہ وقت کم رہ گیا ہے۔ اور ڈاکٹر عبدالمالک نے as a Leader of the House سارا سمیٹنا بھی ہے اور جو آپ تجویز دیں گے اُنکا جواب بھی دینا ہے تو آخری دو تین speakers ہوئے۔ میڈم یا سمین بی بی۔ پھر ڈاکٹر حامد خان اچکزی اور میرے خیال میں پانچ پانچ منٹ سے زیادہ نہیں لیں۔ ڈاکٹر صاحب نے سمیٹنا ہے اور جواب دینے ہیں آپ کے، please۔ دوبارہ دوہرائی، repetition ہوتی جاتی ہیں۔ میڈم نے تقریر کی ہے اس پر؟۔ اچھا! نہیں، نہیں پھر نہیں کریں۔ یہ آپ پارلیمانی اصول ہے اور مجھے بتانا بھی پڑ رہا ہے اور مبرز ناراض بھی ہوتے ہیں مجھ سے۔ پہلے ڈاکٹر اچکزی صاحب بات کر لیں پھر بی بی! آپ تجویز دے دیں۔ ایسا کریں ڈاکٹر صاحب بی بی کو پہلے دے دیتے ہیں ڈاکٹر صاحب؟۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزی: جناب اسپیکر! یہ کل آدھا گھنٹہ بول چکی ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں نہیں آدھا گھنٹہ نہیں۔ پانچ منٹ سے زیادہ کوئی بھی نہیں لے۔ کیونکہ قائد ایوان نے جواب دے کے， policy frame کر کے پھر جانا ہے کہیں۔

محترمہ یا سمین بی بی لہڑی: میرا خیال ہے ایک دو منٹ میرے اسی میں چلے گئے ہیں۔ میں زیادہ time نہیں لوں گی۔

جناب اسپیکر: جی ایک دو منٹ، ڈاکٹر صاحب! ایک دو منٹ بی بی کو دے دیتے ہیں۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزئی: جناب اسپیکر! ہر ممبر کو آپ دو دفعہ باری دے دیں گے تو یہ ٹھیک ہے؟

جناب اسپیکر: ہاں یہ غلط روایت ہے۔ جیسے میں نے کہا بہت سی روایتیں، آپ سے پہلے ہمیں ناراضگی سننی پڑتی ہیں۔ پھر آپ کو سمجھانا پڑتا ہے کچھ دوستوں کو۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزئی: جناب اسپیکر! آپ غلط روایات رکھ رہے ہیں۔

جناب اسپیکر: نہیں روایات صحیح نہیں ہیں یہ میں آپ کے ساتھ agree کرتا ہوں۔ بی بی! صبر کر لیں پہلے یہ بات کر لیں، پھر آپ، سینئنے سے پہلے۔ وہ کرنیگے بالکل دوبارہ دو منٹ آپ کو دوں گا۔ بی بی! آپ پانچ منٹ صبر کریں۔ دو منٹ آپ بیٹھ جائیں، جی ڈاکٹر صاحب! بس میری یہ گزارش ہے ذرا میں کبھی مشکل نہیں ڈالنا چاہتا۔ لیکن ڈاکٹر صاحب نے تقریروں کو سننے کے بعد سمتیا ہے۔ اور انہوں نے یہاں کوئی سے باہر جانا ہے۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزئی: جناب اسپیکر! بڑی مہربانی کہ آپ نے ہمیں موقع دیا۔ ڈاکٹر عبدالمالک صاحب کے بڑی شکر گزار ہیں، ملک انہوں نے کہا کہ ممبر بولے گا اور پندرہ بیس منٹ بولے گا، دو دن اسلیے ہمیں دیئے۔ یہ بڑا ہم موضوع ہیں اور ہمیں اس ملک کے بننے ہوئے 65 سال 67 سال کے بعد موقع ملا ہے کہ اس پر ہم بولیں تو آپ سے request کرے گے کہ ہمیں چند منٹ زیادہ دے دیں۔ جناب اسپیکر! ایوان کا اس طرف جا رہا ہے کہ پاکستان پہلے دن سے ریاستی ہشتنگر دی کاشکار ہے۔ پاکستان کے عوام۔ وہ مختلف مراحل ہیں، آپ موقع دے دیں ہم بول دیں گے جناب والا۔ جب سے یہ ملک بنتا ہے جمہوری اصولوں، جمہوری روایات کی پامالی اور جمہوریت کو بذرکھنا، اسیں ایکشن نہیں کرنا اور بالغ رائے دہی کی بنیاد عالم ووٹ کا حق دینا، یہ ہمیں 25 سال کے بعد نصیب ہوا ہے۔ تو اس غیر جمہوری اُسکے لیے، جمہوری مسخرے انہوں نے introduce کرائے۔ وہ غلام محمد بیچارہ جو ہے hemiplegic تھا، وزیر اعظم تھا۔ اور وہ خواجہ ناظم الدین بیچارہ وہ کھانا کھا کے پھر وہ ہلک میں انگلی ڈال کر الٹیاں کرتا تھا، پھر کھانا کھانے بیٹھ جاتا تھا۔ ڈاکٹر خان مرحوم جو ون یونٹ کا چیمپئن بننا اور اپنے آقاؤں پر حکومت کرنے نکلا۔ خان شہید عبدالصمد خان اچھزئی اور بابا چا خان کو جیل میں ڈال کے وان یونٹ کا وزیر اعظم بننا۔ اس بیچارے کو کسی پٹواری نے کام تمام کیا۔ شہید کیا۔ اور وہ نہ اپنے بڑے بھائی عبدالغفار خان سے ملا، نہ خان شہید عبدالصمد خان سے ملا۔ تو یہ ناکام کوششیں کر کے، پھر سکندر مرزا کامارشل لاء، پھر ایوب خان کی بیٹٹ میں بھی بیٹھا کرتا تھا Minister for Defence اور Commander in Chief بھی تھا۔ تو یہ ہیں محرکات جنہوں نے ہمارے ملک کو ہشتنگر دی، غیر جمہوری،

غیر انسانی راستے پر ڈال دیا۔ جب یہ سیاسی مسخرے اپنے کرتب میں ناکام ہوئے تو فوجی ڈیکٹیٹر شپ آئے۔ ایوب خان کی مارشل لاءِ یعنی جو بھی جمہوریت پسند تھا، خواہ سندھی تھا، بلوچ تھا، پشتون تھا، نام ہم سب کے نہیں لے سکتے ہیں، وہ سب پابند سلاسل۔ اور جو انکے ساتھی تھے، نام ہم نہیں لے سکتے ہیں۔ یہ ہیں وہ محرکات تھے جنہوں نے بنگالیوں کے ساتھ زیادتی کی۔ اور اس ڈگر پرنکلے ہیں کہ پشتون کو، بلوچ کو، سندھی کو، بنگالی کو، سرائیکی کو colonize کریں۔ ہم خارجی Colonialist قوتوں سے نبرد آزماتھے۔ قربانی کر کے اُسکونکاں دیا۔ ہماری اپنی فوج، اپنی ادارے، سیاسی طاقتور، وہ اکتوپانوں بنانے لکھے ہیں، تو بلوچ کے حقوق لوٹو۔ پشتونوں کے حقوق لوٹو، سندھیوں کے، سرائیکیوں کے۔ یہ اگر کوئی بولے ”کہ جی! یہ غدار ہے اور یہ جمہوریت کا دشمن ہے، فلاں فلاں“۔ جب اس بدجنت سے بڑی قربانیوں کے بعد جان خلاصی ہوئی تو ”مجھی خان کی باری آئی۔ بنگال کے گشت و خون، بنگال کی بے عزتیوں، بنگال کی عصمتوں کو کس نے لوٹا؟۔ جناب والا! لیکن یہ ضروری نہیں کہ ہم سب آپکو بتا دیں۔ ہمارے ہی تمام دینی جماعتیں سوائے ایک آدھ کے، انکے ساتھ دی۔ وہ جمیعت علماء پاکستان کا بندہ تھا۔ کیا نام تھا وہ وفاق بھاگ گیا اُسکا صدر۔ وہ ”مجھی خان کو اُسمیں کہا بڑے مینگ میں،“ کہ آپ بنگالیوں کے خلاف جہاد کا اعلان کیوں نہیں کرتے؟۔ تو تے جہاد انہوں نے کیا۔ اور جہاد کیا تھا؟۔ ملک کی عزت لوٹی۔ ہمارے افوج کی کیا ہوا۔ فلاں کی کیا ہوا۔ ان تمام چیزوں کے، پر لیں بھی ہمارے ساتھ نہیں دیا۔ پر لیں بھی اگر آزاد ہوتا۔ پر لیں بھی اگر یہ تمام چیزیں، یہ جمہوری قوتوں کے ساتھ عمل کر اخباروں میں چھاپتے۔ آج اس 21st Century میں ڈاکٹر عبدالمالک کی حکومت میں بھی ہم پر لیں سے گلہ کر سکتے ہیں۔ یہ پارلیمنٹ کو پوری coverage نہیں دیتے ہیں۔ ابھی بھی شاید اُنکو بدایات مل رہی ہیں ”کہ یہ بات چھاپو یہ بات مت چھاپو“۔ جناب والا تو ”مجھی خان کی، وہ غیر انسانی، فلاں فلاں یہ ہیں وہ محرکات اور اُسکے وجوہات۔ ”مجھی خان سے جب جان چھوٹی تو جمہوری قوتوں کو، جمہوری وزیر اعظم کو چھانی دی۔ اُسمیں بھی سیاسی لوگوں نے اور مذہبی لوگوں نے اُس ڈیکٹیٹر کا ساتھ دیا“ کہ بساط پیٹ لو۔۔ وہ یہی سیاسی پارٹیاں، جو ان ڈیکٹیٹروں کے ساتھ تھے وہ اُسکی ذمہ دار ہیں، اس تمام ڈیکٹاتری کے، یہ تمام قتل و قفال کے۔ اور جب یا ان سے نہیں ہو سکا پھر ضیاء الحق۔ ضیاء الحق قاتل جب آیا تو پھر جہاد فی سبیل اللہ۔ جہاد فی سبیل اللہ افغانوں کے خلاف۔ مجھے یاد ہے میں یورپ میں تھا۔ جو نجبو صاحب جمنی میں ہیلمٹ کوڈ کے مہمان تھے۔ اسٹیٹ ڈیزر پر تھا۔ تو ہیلمٹ کوڈ نے اُسکو کہا ”کہ ہم بڑی شکر گزار ہیں پاکستان کے کہ وہ ہماری مفادات کی جنگ لڑ رہا ہے افغانستان میں“۔ تو ہم جب کسی اور کی مفادات کے جنگ لڑ رہے تھے۔ محض اسلئے کہ آپ انقلاب کو،

افغان انقلاب کونا کام کرنے کے بہانے۔ کیونکہ یہ افغان انقلاب میں اُسکو مداخلت کرنے کا حق نہیں تھا۔ اندر وہی تبدیلی آیا تھا۔ وہ افغان جانیں افغانوں کا کام جانیں۔ تم میدان جنگ سمجھ کر افغانستان کو کمیوزم کے خلاف اسلام کے نام پر عیسائیت کے نام پر یہودیت کے نام پر جمہوریت کے نام پر، امریکہ آگے آگے، یورپ اُسکے پیچھے۔ کمال یہ ہے کہ چینی کمیونسٹ بھی، چینی کمیونسٹ بھی جہاد لڑ رہے تھے کمینسٹوں کے خلاف، RUSSIANS کے خلاف۔ جاپان کے؟ ت پرست بھی اُسمیں شامل تھے۔ تو مذہبی اقتصادی جنگ۔ جب سوویت یونین ڈھیر ہو گیا۔ جب سوویت یونین، ایک طرف اپنے آپ کو مجاہد کہنے والا اپنے سردار ڈھر کی بازی اُس نے لگائی۔ کوئی پندرہ کے قریب وہ جو اپنے آپ کو مجاہدین کہتے ہیں، کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ surrender ہوئے۔ اُس نے اپنی قربانی دی۔ اپنے بچے، اپنے ملک۔ یہی عمل انقلابیوں نے کیا۔ وہ بھی افغان پرست تھے۔ وہ بھی کوئی دس کی تعداد میں surrender نے ہوئے۔ ایک اپنے افغانستان کو پہنچنیں کیا بانا چاہتا تھا اکیسویں صدی کا ماڈرن افغانستان، اُنکے افواج، فلاںے فلاںے۔ اور دوسرا طرف جہاد کے نام پر۔ جب یہ سوویت یونین چلا گیا۔ جب افغانستان زخمی ہوا۔ مجاہد یہاں زخمی ہوا۔ انقلابی فلاںے ہوا۔ پھر کون سے محکات تھے کہ افغانستان میں جنگ و جدل۔ جناب والا! آپ کی توجہ چاہتے ہیں۔ افغانستان کو کمزور اور زخمی سمجھ کر ہم لوگوں نے افغانستان پر قبضے کی جنگ ٹھانی۔ اسکو پانچواں صوبہ بنانے کی ٹھانی۔ افغانستان کے وسائل کو ہم لوگوں نے جزل فلاںے کے نام پر۔ کوئی جزل فلاںے کے نام پر۔ تو یہی ہمارا ہمسایہ کے ساتھ جب یہ روش تھا۔ تو نصیر اللہ بابر، سو شلسٹ حکومت، بنے نظیر کا وزیر مداخلہ، اُس نے تخلیق کی طالبان کی۔

محترمہ شاہدہ رووف۔ جناب اسپیکر صاحب! point of order

جناب اسپیکر: جی بی بی۔

محترمہ شاہدہ رووف: اتنے اہم issue کو discuss کیا جا رہا ہے۔ اور حکومتی بخیر پر آپ ایک دفعہ نظر دوڑا ائم، اسمبلی میں نظر دوڑا ائم تو شاید کورم پورا نہیں ہے۔

جناب اسپیکر: بی بی! وہ تو ہیں بیٹھے ہیں میرے خیال میں۔ منتشر بیٹھے ہیں، available ہیں۔ منتشر بیٹھے ہیں وہ منتشر کا کام ہوتا ہے نوٹ کرنا، پھر وہ C.M. کو بتانا۔ جی خان صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچکزئی: وہ سو شلسٹ وزیر اعظم جس کو ضیاء الحق نے شہید کیا، قتل کیا۔ وہی سو شلسٹ حکومت کے جزل نصیر اللہ بابر، طالبان کی تحریک کو شروع کرتا ہے افغانستان کو فتح کرنے کیلئے۔ اور افغانستان کو ساری دنیا نے بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔ اور ہم اُسمیں مداخلت درمداخلت کرتے رہے۔ جب اُنکی جمع پوچھی

ختم ہونے کو ہوئی۔ امریکن بہادر چلا گیا، جہاد لڑنے۔ جاپان کا فنڈ بند ہو گیا۔ چائنر کمپنیز نے اُنکی حمایت بند کر دی۔ تو ہمارے جرنیل عشیش، ہیر وَن، تریاق، یہ وہ اگانے کیلئے افغانستان کو تریاق کا ایک ڈھیر بنایا۔ دنیا کا واحد قوم ہے دنیا کا واحد سیاسی تنظیم ہیں۔ جناب والا! مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، نجف، کربلا، دیوبند۔ ہمارے مولوی صاحب دیوبندی ہیں۔ اور وہ مصر والا جامعہ اظہر۔ یہ سب کہتے ہیں ”کہ جی! تریاق غیر اسلامی ہے۔“ چرس غیر اسلامی ہے۔ ہیر وَن غیر اسلامی ہے۔“ لیکن ہمارے جو سیاسی علماء ہیں، جو جہاد، جوفلاناں، جو ہمارے فوجی ہمارے کرٹل، ہمارے جرنیل اسکومن و عن جائز اسکا کاشتکاری، اسکا استعمال، اسکا کاروبار کو اسلامی سمجھتے ہیں۔ تو دو اسلام ہمارے افغانوں پر روانہ ہوئے ہیں۔ افغانستان کو قبضہ کرنے کے لیے۔ ہمارے ڈسٹرکٹ میں آج بھی یہ ہو رہا ہے کہ کرٹل صاحب آگے آگے، ”اسکا کاٹو ہیر وَن کا کاشت۔“ اس نے پیسے نہیں دیئے ہیں۔ اسکو مت کاٹو۔ اس نے پیسے دیئے۔“ بھتی! ہمارے کرنیلوں کو، ہمارے جرنیلوں کو، اس بلا سے نجات دلانی چاہیے۔ وہ کونسا قانون ہے اسلام کا کہ اگر سعودی عرب آپ جانا چاہیں۔ کو ویت جانا چاہیں۔ اگر اتنا سا آپکے ساتھ پکڑا جاتا ہے تو آپ کو پوچھانی دی جاتی ہے۔ بڑے سارے ہمارے ملک کے لوگوں کو پوچھانی ہوئی ہے سعودی عرب میں۔ اتنے سے عشیش اور ہیر وَن پر لیکن ہمارے ہاں اسکا کاشتکاری اسلامی ہے۔ اور ساری دُنیا میں خواہ وہ یہود ہو خواہ وہ نصاری ہو۔ نصاری ہم کرتپکن کو کہتے ہیں۔ خواہ وہ ہندو ہو خواہ وہ مسلمان ہو۔ یہ اسکی کاشتکاری اسلامی نہیں ہے۔ اور یہ والی اسلامی ہے۔ اور افغان pride کو افغان غرور کو، افغان history کو اس طرح مسخ کرنے لگے کہ فہل گرا و نہ میں کوئی دس ہزار آٹھ ہزار بندوں کے سامنے ایک بیچاری عورت کو کھیچ کھیچ کے زنجروں میں لارہے ہیں۔“ کہ اس نے فلاں کام کیا ہے، ٹھکا ٹھک، ٹھکا ٹھک، اسکے سر میں چار گولیاں ماری گئیں،“ یہ اسلام نہیں دیا ہے اور اس اسلام کی نمائندگی آئی ایس آئی کر رہی تھی۔ ایم آئی کر رہی تھی اُسکی حکومت کو ہماری ملک نے request کیا تھا۔ یہ ہے وہ حرکات۔ یہ کہ یویز والوں کو بڑھاؤ، پولیس والوں کو ٹریننگ دو۔ نہیں یہ ریاستی دہشتگردی ہے یہ اس طرح قطعاً ختم نہیں ہوگی۔ جناب والا ہم یہ request کرتے ہیں پہلے بھی میں نے کیا ہے کہ وفاقی حکومت ہماری افواج کے کیانی صاحب، ہماری آئی ایس آئی ہماری صوبائی حکومت یہ مل بیٹھ کے ریاستی دہشتگردی کو روک لیں۔ کوئی مائی کا لعل انتاظاً قتو نہیں ہے کہ جب ریاستی کی support نہیں ہوگی تو، جناب اسپیکر! کوئی میں یہ پشتوں آباد میں ہر تیسرا گھر طالبان کا ہے۔ پوچھو ”کون ہو کیسے ہو؟“ کوئی مائی کا لعل اسکو کچھ نہیں کہہ سکتا ہے۔ چلاک بھرا ہوا ہے چن بھرا ہوا ہے۔ جناب جب دھماکہ ہوتا ہے تو وہ بیچارے جو untrained ہیں بیچارے یہ جب بناتے ہیں تو دھماکہ ہوتا ہے۔

پھسات بندے مر جاتے ہیں کچھ زخمی ہو جاتے ہیں۔ تو ایف سی والے اور ملٹری والے انکوڈاٹ رہے ہوتے ہیں جو زندہ نجح جاتے ہیں۔ کہ انکو کیوں نہیں چھپایا؟۔ بھئی انسان مر اہے کوئی وہ تو نہیں ہے۔ نہیں کہ ایک دو تین یہ اس قسم کے کم از کم دس بارہ واقعات ہوئے ہیں۔ یہ پشتوں آباد میں ہوا ہے کہ کچلاک اور عالمو میں ہوا ہے۔ یہ کس سے دھکی پچھپی بات ہے کہ دہشتگردی کون کر رہا ہے؟۔ دہشتگردی کے عوامل کیا ہیں۔ جب ہم یہ اپنا قبلہ ٹھیک نہیں کریں گے کہ ہم افغانستان کو پانچواں صوبہ بنائیں گے یا فلاں کریں گے۔ اس سے اگر ہم توبہ گا رہیں ہوں۔ اور افغانستان میں طالبان کو، اگر ہیں، وہ جانیں افغان جانیں۔ اگر ادھر سے ہم مداخلت کریں گے تو ظاہر ہے کہ تیسرا قوت کو بھی۔ اور پھر ایسے حالات میں جب دنیا کے طاقتوترین اور ظالم ترین تو تین افغانستان میں موجود ہیں۔ میں آپ کو پیشگوئی ہے میری آپ سے بالکل پاکستان کا یہ حشر ہو گا جیسا کہ عراق کا ہوا ہے۔ پاکستان کا یہ حشر ہو گا جو لیبیا اور شام کا ہو گا۔ اسیں نہ جمعیت کا قصور ہے نہ پشتوں خواہ کا نہ مسلم لیگ کا نہ فلانے کا قصور ہے۔ نہ فلانے کا ہے۔ اس ملک کو بچانا ہے اس ملک میں سردمال ہر بندے کی پھیل رہا ہے، پہلے شاید ان تو توں کا یہ فکر تھا کہ یہ بس یہ افغانوں تک محدود رہیگا۔ انڈس اور آکسس کے درمیان ٹھان یچاروں کو پیوہ کرتے رہے۔ اُنکے پھوں کو یتیم بناتے رہو افغانوں کو یتیم بناتے رہے۔ ہم تک نہیں پہنچ گا۔ ابھی یہ ہم تک بھی پہنچ گیا ہے اور اس پر ہمیں بڑا افسوس ہے فوجی آپریشن لیعنی ٹینک، جیٹ اُنگی بمباری آفریدیوں پر خلک قبائل پر ان ایجنسیوں پر، یہ کون کر رہا ہے اور کس کے خلاف کر رہے ہیں؟۔ اے باد صبا ہم آور دہ ٹو اسٹ۔ یہ لوگ خود لائے یہ جو بھی دہشتگردی ہے اسکو، اگر میں یہ کہہ دوں کہ یہ بنیاد پرستوں کا دہشتگردوں کا آپس کی جنگ ہے۔ اسیں قوم پرست، مسلم لیگی شامل نہیں ہیں۔ بنیاد پرستوں کا دہشتگردوں کا آپس کی جنگ ہے۔ شاید ہمارے ادارے ہماری فوج دہشتگردوں کے، جو بھی تھے وہ آپس میں بے اعتماد ہو گئے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ وعدہ خلافی کی ہے وہاب آپس میں ایک دوسرے کے مطالبات پورے نہیں کیئے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ جو معاہدے تھے اُس پر نہیں چل سکے۔ ورنہ ہماری فوج کو کیوں challenge کرے کوئی؟۔ ہمارے force کو کیوں challenge کریں ہمارے para-military forces کو کیوں challenge کریں؟۔ یہ بنیادگروں کے آپس کی جنگ ہے اسیں عام عوام پاکستان کے چودہ کروڑ یا تیرہ کروڑ کوئی کہتا ہے اٹھارہ کروڑ ان کا کوئی خل ہے ہی نہیں۔

جناب اسپیکر: شکریہ ڈاکٹر صاحب۔

ڈاکٹر حامد خان اچھزی: جناب اسپیکر ایک منٹ دوسری بات میں اُس دن بھی کہہ چکا ہوں اور آج

سادہ الفاظ میں کہہ دیتا ہوں ابھی پھان بیچارہ افغان بیچارے لوگ یہ حق ہی نہیں ہے کہ وہ سُنی بن جائیں۔ بس سُنی کافر، ٹھکا ٹھک، ٹھکا ٹھک، ہنگو، ڈیرہ اسماعیل خان، کوئی، کہ بھئی ہم شیعہ بنتے ہیں۔ کہتے ہیں نہیں شیعہ بھی کافر ہے۔ بھئی یہ سعودی عرب شیعہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے سُنی لوگوں سے ایران بھرا ہوا ہے۔ ساری اسلامی دنیا بھری ہوئی ہے۔ پنجاب میں کروڑوں ہیں۔ سندھ میں ہیں۔ وہ اُس نے بڑی اچھی بات کی کہ جب لوگ چل پڑتے ہیں پنجاب اور سندھ سے جب یہاں پہنچتے ہیں تو یہ قطعاً یہ نہیں ہے کہ یہ شیعہ سُنی کی لڑائی ہے۔ یہ وہی بنیادی وقتیں، وہی وقتیں جو افغانستان پر قبضہ کرنا چاہتے تھے۔ وہی وقتیں جو دشمنگردی کی مرتب تھے وہ افغانوں کو، پھانوں کو surrender کرنا چاہتے تھے۔ ابھی surrender ہونا ہمیں آتا ہی نہیں ہے نہ ہم کچھی surrender ہوئے ہیں۔ وہ انقلابی اور جہادی کا معاملہ آپ کو بتایا، یہ ہمارا ملک ہے پاکستان۔ ہاں ہماری دھرتی ادھر ہے۔ ہم سر، دھن کی بازی لگاتے ہوئے اپنی اس دھرتی پر جس پر پشتون رہ رہا ہے بولان سے چڑال تک۔ ہم اسکا دفاع کریں گے۔ لیکن ہماری مجبوری یہ ہے کہ افغانستان ہمارا بھائی ملک ہے۔ وہ ہمارا وطن۔ یہ ہمارا ملک۔ اُسکی آزادی، آبادی، استقلال بھی ہم اپنے سر، دھر، کی قربانی سے کریں گے۔ کیونکہ ہمارے آبا اجداد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ پانی پت کی میدان میں یہی چین اور افغانستان، تو بہاچنگی اور قدمدار کے لوگ تھے۔ فوج تھا، ہندو، افغان war تھا۔ چینگیں، یہی قلعہ عبداللہ جس کے نام پر ہے عبداللہ خان غازی کا۔ جو ماونڈ کا جوفوجی وہ تھا اُسمیں ہمارے باپ دادے یہ ژوب سے لیکر کے عراق تک ہم شامل تھے۔ غازی امان اللہ خان کی استقلال کی لڑائی میں ژوب سے لیکر ہم شامل تھے۔ ابھی کوئی آسمان گرا ہے کہ ہم افغانستان کو بتاہ کریں گے کسی فلاں کی خواہشات پر۔ جزل پاشا ہو جzel فلاں ہو جزل فلاں ہو۔ مزار شریف میں ایک جرگہ ہوا علماء کا۔ گیارہ سو علماء اُسمیں موجود تھے۔ اُسمیں کوئی ڈیرہ دوسو ایران اور پاکستان کے علماء تھے باقی نوسو سے زیادہ افغانستان کے علماء تھے۔ انہوں نے لکھ کے دیا یہ جرگہ کہ اُس نے بُلایا تھا ملا عمر صاحب نے۔ اُس نے لکھ کے دیا کہ بھئی یہ اسامہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ہم پر بھاری ہو گیا ہے۔ بڑے بڑے اُسکا نقصان کر کے آیا ہے۔ ہمارے پناہ کے تمام اصول اُس نے پامال کیئے۔ بڑے زور آور اُسکے پیچھے آئیں گے، افغانستان میں آج آٹھ، دس یتیم اور بیوائیں ہو جائیں خدا ہم سے حساب کریگا۔

جناب اسپیکر: ڈاکٹر صاحب شریر یہ۔

ڈاکٹر حامد خان اچنگی: جناب اسپیکر! excuse me! - بس میں اسکو ختم کر رہا ہوں۔ مولانا request we reject this. - جزل محمود کی فرمائش پر تو یہ ہے وہ، آپ سے

ہے آپکے توسط سے وفاقی حکومت سے کہ ہماری افواج اور ہماری سیاسی قوتیں ابھی اس نجح پر پہنچ رہی ہیں۔ وہ اس کو اس نجح پر پہنچ رہے ہیں آہستہ آہستہ Thankful to our Commandeer-in-Chief. کہ وہ ملک کا دفاع کریں گے سیاسی لوگ حکومت کریں گے۔ لیکن آئی ایس آئی میں بھی اور ایم آئی میں بھی فوج میں بھی پر لیں میں بھی ڈیوکریسی میں بھی جزل ضیاء الحق، جزل اختر عبدالرحمن، وہ حمید گل، کریں امام کے مہاجری اُسکے followers ہیں، وہ اس دہشتگردی کو برقرار رکھنا چاہتے ہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے اس ایوان کی، کہ اس، ان قوتوں کا کمر توڑ دیں۔ جناب والا! پر لیں سے پھر میں یہ استدعا کروں گا کہ کم از کم یہ آواز عوام تک پہنچا کیں۔ کہ یہ جو بھی مصطفیٰ خان بولیں، اختر جان بولیں، جو بھی ممبرز ہوں اُسکے کم از کم پر لیں میں انکو کوئی دیں تاکہ اس سے جان خلاصی ہو جائے۔ بڑی مہربانی آپکی آپکا time space دیں۔

جناب اسپیکر: خالد لانگو صاحب! CM صاحب نے شہر سے باہر جانا ہے نماز پڑھ آئیں، کسی نے نہیں

روکا ہے نماز پڑھنے سے۔ C.M. صاحب نے ابھی آ کے سمیٹنا ہے۔ پانچ پانچ میں آپ بات کریں گے۔

میر عبدالرحمٰن کھتمرین: شکر یہ جناب اسپیکر صاحب! آج آپ نے ہمیں موقع دیا امن و امان پر بحث کرنے پر۔ جناب اسپیکر! بنیادی مسئلہ جو امن و امان کا ہے وہ پورا ایوان اس پر متفق ہے اور سب سے اپنی اپنی باری پر ایف سی کے بارے میں کہا ہے۔ سب سے پہلے تو میں میڈیا اور کچھ لوگوں کو سامنے رکھ کر گزارش کروں گا کہ کچھ لوگوں نے بلوچستان کو، اسکی بدامنی کو law and order perception یہ بنی ہے پورے پاکستان میں کہ جی بلوچستان پورا آگ میں جل رہا ہے حالانکہ ایسی بات

نہیں ہے چند جگہیں ہیں جہاں پر امن و امان کا مسئلہ ہے باقی علاقے اللہ کا کرم ہے کہ وہاں پر امن ہے اور وہاں کے لوگ ترقی، سکول، سڑکیں بنانا چاہتے ہیں اور صحت کی سہولتیں حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ میرا حلقة بارکھان میں as such ایسی کوئی بدامنی نہیں ہے کہ تم کہیں کہ جی بلوچستان جل رہا ہے بارکھان ہو گیا یا جمل مگسی ہو گیا یا اور الائی، ثروب، موئی خلی ہو گیا اسی طریقے سے پشتوں ڈسٹرکٹس جتنے بھی ہیں وہاں پر as such ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس کو ہم بنیاد بنا کر کے اُس پر اپنی سیاست چکا کیں۔ اب نکر حضرات بُلاتے ہیں تی دی پر talk shows میں، اس سے پہلے میں بے حد احترم کے ساتھ نواز شریف کی پارٹی والے جب اقتدار میں نہیں تھے تو کہتے تھے کہ بلوچستان جل رہا ہے بلوچستان جل رہا ہے۔ اور پھر ان لوگوں کو جن کی کوئی zero percent نمائندگی ہے بلوچستان سے اُنکو جا کر کے میڈیا میں پیش کرنا اور اُنکے ذریعے کہلوانا ”کہ جی بلوچستان تو گیا گیا“۔ ایسی بات نہیں ہے بلوچستان کے لوگ پاکستان چاہتے ہیں۔ وہ اس ملک کے son of

soi ہیں۔ ایف سی کی جناب اسپیکر صاحب آپکے توسط سے میں قائد ایوان صاحب سے ڈاکٹر صاحب سے گزارش کروں گا کہ سب میرا خیال ہے کہ پورا ایوان سب متفق ہیں کہ ایف سی کو سمیٹ کے وہ جو بھروسہ صاحب نے قلعے بنائے تھے ان تک محدود ہو جائیں تو میرا خیال ہے آدھا مسئلہ آپکے امن و امان کا حل ہو جائیگا۔ اُسکی وجہات میں بیان کروں گا۔ بارکھان کے ضلع میں ڈاکٹر صاحب وہاں پر ایک ایک ہفتہ قیام کرتے تھے آتے تھے ہمارے معزز ہیں۔ بارکھان کے چھپے چھپے سے واقف ہیں۔ اس وقت رکھنی کی صورتحال یہ ہے کہ رکھنی کو جتنے روڑ زگ رہی ہیں لورالائی، ڈریہ غازی خان یا راکھان کی طرف سے یہ میں پر ایف سی کی چیک پوسٹ میں ہیں کئی سوالوں سے ہیں۔ حملہ ملک کو میں نے کہا کہ یہ چیک پوسٹ میں ہے انہوں نے کہا ”میں نے ختم کر دیں“۔ میں نے تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تو وہ سُرخ سُرخ ہو گئے۔ کہتا ہے ”میں جھوٹ بول رہا ہوں؟“۔ میں نے کہا ”ہاں تم جھوٹ بول رہے ہو“۔ تو بجائے اُسکے چیک پوسٹ میں کم کرنے کے اُس نے اور بڑھادیں۔ حالانکہ اُن چیک پوسٹوں کی آپ ریکارڈ لیں کہ کوئی ایسا انہوں نے کمال کیا ہو۔ مساوئے یہ کہ ہمارے غریب زمیندار ہیں جو کھاد لے جانا چاہتے ہیں وہ کھاد روک لیتے ہیں۔ کہ جی پتنیں یہ بہوں میں استعمال ہوتی ہیں پتنیں کس میں ہم تو بم والے نہیں ہیں ہم زمیندار لوگ ہیں اور فصل اگانے کیلئے لے جاتے ہیں۔ تو میری گزارش ہے کہ میری تجویز میں پہلی تجویز یہ ہے پورا ایوان بھی شاید مجھ سے متفق ہیں۔ کہ ایف سی کو جو بھروسہ صاحب نے قلعے بنائے تھے ان تک محدود کر دیں یہ چیک پوسٹ میں جو چن بارڈر سے نکلتی ہیں اور ڈریہ غازی خان کی بارڈر تک جاتی ہیں میرے خیال میں درجنوں کے حساب سے آپکو چیک پوسٹ ملتی ہیں انکو ختم ہونی چاہیئے اُس سے کافی فرق پڑے گا۔ دوسری گزارش یہ کہ جب ادارے کاروباری بن جائیں تو پھر قندھاری بازار والے اور لیاقت بازار، جناح روڈ والے کیا کریں گے۔ اس وقت پھر میں ایف سی کی طرف جاؤں گا کہ ایف سی چار سے پانچ جگہوں پر سے تنخوا ہیں لے رہی ہیں کمالی کر رہی ہے۔ ایک تنخوا اسکو حکومت پاکستان سے ملتی ہے۔ دوسری جب اسکو صوبائی حکومتیں، میں اس حکومت کی تنخوا بات کروں گا اسکو تو دو تین مہینے ہوئی ہیں ابھی یہ نوزائیدہ ہے۔ ابھی اس نے آگے چلانا ہے ابھی تک تو یہ کرالنگ کر رہی ہے۔ وہ ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے پھر انکے پلاٹوں وہاں پر depute ہوتے ہیں۔ پھر انکی صوبہ انکو payment کرتا ہے۔ تیسرے نمبر پر کوئے کاؤنٹری، پھالنگ یا جہاں پر بھی معدنیات ہیں وہاں پر یہ تشریف لے جاتے ہیں کہ جی یہ ٹرکوں کو security فراہم کریں گے فلاں کے، وہاں سے mines owners جو میں بھی ہوں۔ ساڑھے آٹھ سو فی ٹن کے حساب سے یہ وہ وصولی کرتے ہیں” کہ جی ہم حفاظت دے رہے ہیں“۔ اور حفاظت کی صورتحال یہ ہوتی ہے کہ سوٹر کیس اگر ڈریہ غازی خان روڈ پر جا رہے ہیں تو ایک

پک آپ آگے ہے ایک پک آپ پیچے ہے اسکا میرا خیال ہے کہ انکا دوہڑا روپے کا خرچہ نہیں ہوتا ہے تو وہ اس پر ساڑھے آٹھ سورو پے فی ٹن، چالیس ٹن ایک ٹرک اٹھاتا ہے اور سو، دو سو ٹرکیں اگر جائیں تو اسکی آمدی دیکھ لیں۔ پھر آپ ادھر سے جائیں چمن سے لیکر ادھر تک یہ سملنگ روک رہے ہیں بارڈر پرسارے ایف سی ہے۔ اور وہ بھی اسلحہ ہے یا باقی چیزیں ہیں جس طریقے سے وہ کوئی تک پہنچتی ہیں وہ آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اسی طریقے سے ایف سی شہروں میں depute ہیں۔ میں ایک مرتبہ سعودی عرب میں تھا ایک، میں نہیں جانتا ہوں کہ کون تھا شاید کوئی گرد تھا سائنس کالج کی، میرے گھر کے نزدیک اسکو مارا گیا دو گاڑیاں اُسکی تھیں۔ آگے بالکل سائنس کالج کے کونے پر انکی چیک پوسٹ ہیں۔ وہ بڑے مزے سے موڑ سائنسکل پر ادھر سے نکل گئے۔ ایف سی والوں نے تکلیف ہی نہیں کی کہ انکو روکیں۔ تھالات یہ ہیں۔ تو گھوم گھام کر ساری چیزیں پھر ایف سی پر آ جاتی ہیں تو ہماری گزارش یہ ہے پورے ایوان کوئی اعتماد میں لوں گا کہ ہم قرارداد کی صورت میں یا کسی صورت میں وفاقی وزیر داخلہ کو request کریں کہ ایف سی کو دو چیزیں کریں ایک تو والپس اپنے قلعوں تک چل جائیں اور دوسرا چیف منٹر کے ماتحت کیا جائے جیسے پولیس ہے جیسے بیسی ہے یا دوسرے ہیں۔ دوسرے نمبر پر آتا ہے کہ ہم اس صورتحال میں کیا کر سکتے ہیں؟۔ جو بھی واردات ہوگی، اگر اس اسمبلی میں واردات ہوگی تو اس میں اگر اسمبلی کا جتنے تک بندہ نہیں ہوگا تو باہر کا بندہ یہاں آ کر کے وارداتیں نہیں کر سکتا ہے۔ تو میری تجویز یہ ہے کہ جس جس ضلعے میں کوئی مسئلے مسائل ہیں وہاں کے لوکل لوگوں کو on-board ہیں۔ خاص کر کے جو منتخب نمائندے ہیں۔ ابھی بارکھان کا اگر کوئی مسئلہ ہے تو میں منتخب نمائندہ ہوں میں ذمہ دار ہوں گا اسکا۔ تو پھر میں آگے sub-let میرے جتنے یونین کو نسل ہیں یا اوارڈز ہیں۔ میں انکو sub-let کروں گا کہ جی کسی کے علاقے میں اگر واردات ہوئی تو وہ بندہ ذمہ دار ہوگا۔ فرشتے نہیں ہیں ہوا سے اڑ کے نہیں آتے ہیں۔ وہی مثال ہے کہ اگر مستونگ کے ساتھ تفتان جانے والی گاڑی کسی بھی فرقے کی چاہے شیعہ یا سنی ہیں hit ہوتی ہے تو وہ وہاں کا مقامی لاحمالہ اس میں شامل ہے۔ باہر سے اگر لوگ آئیں گے وہ کھانا چائے پانی یہ۔ یا کوئی اگر اغوا کرتا ہے تو وہ اس علاقے کا بندہ لازمی شامل ہوگا۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ وہاں کے علاقے کے لوگوں کو on-board لیا جائے اور ذمہ داری اُسکے سر پر ہوں کہ اگر کوئی واردات ہوتی ہے تو اس پر FIR ہونی چاہیئے۔ بچائے اُسکے۔ تو میری suggestion یہ ہے کہ جو ہماری پولیس ہے یا بیسی ہے خاص کر بیسی کامیں ذکر کروں گا کیونکہ بیسی total جتنی بھی بھرتی ہوئی ہیں۔ پرانے ادوار میں۔ میرا خیال میں، میں سی ایم صاحب کی گوش گزار کر دوں کہ اسکا دس سے پندرہ فیصد ڈیوٹی پر ہیں باقی تمام کے تمام گھروں پر بیٹھے ہیں تنخواہ لے رہے

بیں اور اس طریقے سے ل رہے ہیں کہ اگر اُسکی بیس ہزار تھوڑا ہے تو وہ دس ہزار روپے وہاں ٹوٹل کم اٹر کو یادو جو sub-Commander ہے اُسکو دے دیتا ہے وہ اور پرنسپل آری ہے۔ اور وہ گھر میں وظیفہ کھار ہا ہے۔ تو اُسکو پابند کریں کہ وہ ڈیوٹی کرے اور یہ چیز ختم کرے۔ اور جو ایف سی کو سہولیات آپ نے دی ہوئی ہیں اُسکی آدھی سہولیات آپ یوین پولیس اور بی سی کو دیں گے تو میں سمجھتا ہوں کہ کافی حد تک ہم اس چیز پر قابو پالیں گے۔ ہم رونا روتے ہیں کہ جی لا شیں گر رہی ہیں۔ ہماری تین اقوام پڑی ہوئی ہیں ساتھ ساتھ، کیتھران، مری، بگٹی۔ تاریخ ہے کہ سب سے بڑی قوم مری ہے اُسکے بعد کھیتران ہے پھر بگٹی ہیں۔ کھیتران کی اس وقت 2013ء میں پاپلیش کھیتران کی ایک لاکھ انہتر ہزار ہیں۔ تو میں بیان پڑھ رہا تھا نواز ادا طلال کا جی کہ ڈھانی لاکھ ہمارے جی ایڈ پی ای دی پی ای ہیں۔ یہ غلط figures ہیں۔ ہمیں پتہ ہے کہ وہاں پر کیا یہ لین دین اور وصولی کیلئے کیا طریقہ کار کیا جاتا ہے۔ پگڑی کالی پہنائی۔ ادھر تک پہنچایا والپس آیا وہ دوسرا پھر وصولی کی۔ تو یہ چیز یہ ہیں۔ اسی طریقے سے کہتے ہیں کہ ہمارے missing persons ہیں۔ ہونگے کچھ ایک نائی، دھوپی کو مارتے ہیں۔ اب میرے علاقے میں میری روڈ بن رہی تھی سکھر کے مزدور تھے چہ، انکو قتل کیا گیا انہوں نے۔ میرے ضلعے میں دوسرے کا کیا کام ہے۔ ہم ترقی چاہتے ہیں۔ میں اس وقت exploration کر رہا ہوں گیس کی پیڑوں کی وہاں ہو رہی ہیں۔ اس پر آج بھی بیان تھا کہ BLA کا۔ تو ہم نے کارروائی کی کہ آپ کون ہوتے ہو میرے علاقے میں کارروائی کرنے والے۔ ہم ترقی چاہتے ہیں۔ میرے علاقے میں گیس، پیڑوں نکلے گی میرا علاقہ ترقی کریگا میرے بچے ترقی کریں گے میری قوم ترقی کریگے۔ تو میری ترقی میں کیوں رکاوٹ بنتے ہو؟۔ میرا کوئی نہیں مرا۔ مجھے کسی ایف سی والے نے نہیں مارا مجھے کسی آئی ایس آئی والے نے نہیں مارا مجھے ایم آئی نے نہیں مارا میں پاکستان ہوں وہ میری قدر کرتے ہیں۔ مجھے کیوں نہیں مارتے ہیں۔ آپ کو کیوں مارتے ہیں۔ آپ اُنکو مارتے ہیں تو وہ آپ کو مارتے ہیں۔ آپ مارنا چھوڑ دو وہ آپ کو مارنا چھوڑ دیں گے۔ عدالتون کا یہ حالات ہیں میں بیان دینے کے قبل نہیں ہوتے۔ تو وہ مجرم جو اس نے دس قتل کیئے ہوتے ہیں گریبان کھول کے وہ عدالت میں بیان دینے کے after apology کے with due apologies کہ جی جتنا بڑا مجرم ہے گواہوں کو اتنا threat کیا جاتا ہے کہ باہر آ جاتا ہے۔ تو اگر اُنکے خلاف اس طریقے سے۔ تو میں کہتا ہوں یہ جائز کارروائی ہے۔ طاقت کا جواب طاقت ہے طاقت کا جواب آپ ہاتھ جوڑ کے نہیں دے سکتے ہیں۔ آئیں میں انکو challenge کرتا ہوں کہ میرے علاقے میں وہ آئیں۔ کیوں۔ انکا میرے علاقے کے ساتھ کیا کام ہے۔ اُسکا لوار الائی، اُسکا ڈکی کے کوئی کے ساتھ کیا کام ہے۔ اُسکا ہر نائی کے ساتھ موئی خیل کے ساتھ کیا کام ہے۔ ہم آزادی نہیں چاہتے ہیں

ہماری آزادی پاکستان کے ساتھ ہے۔ یہ ہشگردی ہمیں دباؤ کے۔ یہ ہمارے علاقوں پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم اس طریقے سے کسی کی قبضہ گیری نہ ہونے دیں گے کبھی اور نہ ہم نے ہونے دی ہے۔ گزارش یہ ہے کہ ہم، یہ بیٹھے ہیں۔ اب ایک آسمان پر بیٹھا وہ کہتا ہے کہ یہ میز ہی میری ہے۔ یہ کمرہ بھی میرا ہے یہ سب چیزیں میری ہیں۔ اب ان سے آپ کی بات کریں گے۔ نواز شریف کہتا ہے کہ جی بات چیت کریں گے فلاں کہتا ہے کہ بات چیت کریں گے۔ ہم کہتے ہیں ڈاکٹر صاحب کہ جی بات چیت کریں گے۔ ڈاکٹر صاحب ان سے بات چیت کرنا چاہتا ہے لیکن وہ ڈاکٹر صاحب کو قتل کرنا چاہتے ہیں۔ تو کیا بات چیت ایسے چلتی ہے؟۔ آئیں یعنی بیٹھے پاکستان کو تسلیم کریں پاکستان کی حیثیت کو تسلیم کریں اس ملک کو تسلیم کریں پھر لین دین کی بات کریں نا۔ کیا چاہیے؟۔ ترقی چاہیے؟۔ میرے علاقے میں ترقی ہو رہی ہے یہ ڈاکٹر صاحب کو میں نے گزارش کی ہے سکول میرے علاقے میں دے رہا ہے کالج میرے علاقے میں دے رہا ہے بنگلی میرے علاقے میں دے رہا ہے یہ ترقی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ اس ایکشن میں وہ آئے باڑو دلگائے اور تین اسکولوں میرے اڑادیئے۔ یہ ترقی چاہتے ہیں؟۔ بھی میرے بیٹھے تو اپنی سن کالج میں پڑھ رہے ہیں یا الیف سی کالج یا کینڈ ایس پڑھ رہے ہیں آپ کس کے بچوں کو تعلیم سے محروم کر رہے ہیں وہی غریب کھیتران جو ہیں انکو آپ تباہ کر رہے ہو۔ تو یہ ترقی یہ آزادی ہے؟۔ اس آزادی کو ہم آج بھی رد کرتے ہیں کل بھی ہم نے رد کیا یہ ہمیں ایجنت کہیں ہمیں دھمکی دیں۔ میرے موبائل پر کہ جی آپکا پیمانہ ابھی بھر گیا ہے ابھی آپکے آخری دن ہیں ہم نے گنتی الٹی شروع کر دی ہے۔ بسم اللہ آئیں ناں سامنے آئیں بالکل میں نے بُدھ پُرُوف گاڑی استعمال نہیں کی ہے میں نے کچھ استعمال نہیں کی ہے میں انکو challenge کرتا ہوں کہ آئیں میرے ساتھ لڑتے ہیں؟۔ کیا میں پاکستان کا نعرہ لگاتا ہوں۔ کہ یہ مجھ کو دبانا چاہتے ہیں۔ مجھے ماریں گے میرے بیٹھے یہ جھنڈا اٹھائیں گے اس پاکستان کا۔ ہم پاکستانی ہیں ہمیں خر ہے پاکستان پر ہمیں اس سبز جھنڈے پر خر ہے۔ کل ہمارا قیمتی ایک ڈی آئی جی تھا۔ سُنبل۔ جو اس soil of son جو اسی سر زمین کا پیدا تھا اسی سر زمین پر اس نے جنم لیا اسی سر زمین پر اس نے تعلیم لیا آج اسکو مار دیا ہے۔ کس کا نقصان ہوا ہے؟۔ ہمارا نقصان ہوا ہے۔ کل ایک بندہ چیف جنگیں بن رہا تھا بلوچستان کا۔ اسکو اس زرغون روڈ پر مار دیا۔ کس کا نقصان ہوا؟۔ ہماری، ہمارے بچے روئے۔ یہ آزادی ہے؟۔ یہ آزادی جناب ہمیں نہیں چاہیے جناب اسپیکر صاحب! میں انکو اس message Floor پر دینا چاہتا ہوں بسم اللہ آئیں بات کریں۔ ترقی کی بات کریں قوم کی بات کریں۔ ادھر میرا اسکول چل رہا ہے ادھر مری جو ہے ناں ادھر بیٹھا ہوا ہے اسکو بچھو اور سانپ کاٹ رہے ہیں۔ اسکو اجازت نہیں ہے کہ وہ سکول میں

داخلے ہیں۔ میں نے بھلی کی اسکم دی انہوں نے کہا ”کخبردار! ادھر ہم نہیں چھوڑیں گے“، میں روڈ بنارہا ہوں ادھر انہوں نے گریڈ ریس میں انہوں نے بم fit کیا۔ چھ سندھی جو کہ سکھر کے سید تھے، انکومار دینے۔ جب میں جوابی کارروائی کرتا ہوں تو GHQ بھی ہل جاتا ہے Southern Command بھی ہل جاتی ہے۔ I.G. F.C. بھی ”کہ جی! State کے اندر State ہے۔ نہیں طاقت کا جواب طاقت ہے۔ آپ منٹ کر کے کب تک انکوراضی کریں گے؟۔ اسی Floor پر میں گزارش کروں گا اُن سے، میں طاقتوں نہیں ہوں اتنا۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ پاکستان کو تسلیم کریں یعنی اللہ۔ یہاں کے لوگوں کو تسلیم کریں۔ یہ میرے گھر کے ساتھ ایک حوالدار غریب لکلا۔ آم خرید رہا ہے روزہ افطاری کیلئے جارہا ہے۔ وہ اپنے بچوں کیلئے آم لیکر جارہا تھا۔ ادھر سے آئے موڑ سائکل پر ٹھائیں۔ پندرہ منٹ تک اُسکی لاش پڑی رہی اُسکی لاش اٹھانے والا کوئی نہیں تھا۔ اُس حوالدار کا کیا قصور ہے وہ ٹرینک کا تھا، کیا روزہ افطاری کے time اگر وہ ٹرینک کو stream-line کر رہا ہے تو وہ غدار ہے۔ وہ اس ملک کا دشمن ہے اور آپ اس ملک کے ہمدرد ہیں؟۔ آپ کوکس نے اختیار دیا ہے کہ آپ بلوچستان کی قسمت کا فیصلہ کریں؟۔ یہاں پر قبائل ہیں۔ ہر قبیلہ اپنی قبیلہ کا اپنی سرز میں ہے وہ اپنی حفاظت کرنا جانتا ہے اور وہ اُسکا مالک ہے۔ آخر میں جناب اسپیکر صاحب! میں اپنے دلی جذبات کو سامنے رکھتے ہوئے، مجھے اسی میں سے تخفہ ملتی ہے اُس سے میں بیس ہزار روپے ہر ماہ جو میرے پولیس والے بیس والے شہید ہوتے ہیں اُنکے بچوں کی فلاح و بہبود کیلئے جب تک ہم اسی میں بیس میری طرف سے بیس ہزارے روپے کا میں اعلان کرتا ہوں کہ ہر ماہ ہو جائیگا شکریہ جناب اسپیکر۔

جناب اسپیکر: جی نصر اللہ زیرے صاحب۔ خیال کریں time کا کیونکہ CM صاحب نے جانا ہے۔

جناب نصر اللہ زیرے: ٹھیک ہے Thank you very much۔ شکریہ جناب اسپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں۔ کیونکہ یہ تحریک تحریک التوانہ 1 میں نے پیش کیا تھا اور اس حوالے سے آج یہ بحث بھی امن و امان کے حوالے سے اُسی تحریک التوانہ کے حوالے سے شروع ہے۔ تحریک التوانہ میں سب سے پہلے جو میں نے واقعہ اٹھایا تھا وہ 18 اگست کا تھا۔ پولیس لائن میں جو الیس ایچ ام جب اللہ اسکے نماز جنازہ میں جو خودکش حملہ ہوا جسمیں ہمارے بہت سارے سینر آفیسر ان سمت 35 کے قریب ہمارے پولیس الہکار شہید ہوئے اور اُس سے اگلے ہی روز یعنی عید الفطر کے دن 19 اگست کو میرے حلقتے میں اور میرا جو گھر ہے اُس سے ذرا فاصلے پر فاروقیہ مسجد پر واقعہ ہوا اور نمازیوں پر اندر ہادھند فائزگ کی گئی اور بیگناہ لا تعلق اور معصوم لوگ شہید کیئے گئے۔ اور اسی طرح آپ جانتے ہیں کہ کوچز پر حملہ ہوا۔ جعفر ایکسپر لیس پر حملہ ہوا۔ ان تمام واقعات کے حوالے سے یہ تحریک التوانہ

ہے۔ اور اچھی رہی آج کافی دستوں نے جو کہ بہت ہی Senior Parliamentarians انہوں نے بھی اس پر بہت کچھ بولا۔ جناب اسپیکر! یقیناً بہت ساری باتیں ہوئی ہیں میں repeat نہیں کروں گا۔ جو law and order کی situation ہے ہشتنگر دی، انہائی پسندی ہے۔ اُنکا roots بڑی زیادہ پرانی ہیں۔ 1978ء سے لیکر، اُس سے پہلے جو ہماری ریاست کی پالیسی رہی وہاں پر جو لوگ آئے اور خود جزل ضیاء نے خود تسلیم کیا کہ میں نے الجزار سے لیکر، شام سے لیکر پہنیں کس ملک کے کم از کم ساڑھے چار لوگوں کو، انہوں نے کہا کہ ”میں نے پاسپورٹ جاری کیتے ہیں“۔ یقیناً وہ لوگ یہاں آئے ہیں اور انکے اڈے قائم کیتے گئے۔ اُنکے مراکز قائم کیتے گئے۔ ٹرینگ سینٹر ز قائم کیتے گئے اور پورا ملک ہشتنگر دوں اور انہباء پسندوں کے ایک اڈے میں تبدیل ہو گیا۔ اور آج اُس کا خمیازہ ہم بھگت رہے ہیں تو یہ پوری history رہی ہے اور یقیناً ہم جیسے لوگ ہے اسکی مخالفت کی شروع ہی سے۔ دیکھو! خان شہید عبدالصمد خان اچکزی وہ پہلا شخص تھا جو ہشتنگر دی کا شکار ہوا پھر ہماری پارٹی، یقیناً اس وجہ سے ہماری پارٹی ہر آمر کے زیر عتاب رہی ہے۔ جزل ضیاء نے بھی ہماری پارٹی کے کارکنوں پر 7 اکتوبر 1983ء کو ہمارے پارٹی کے کارکنوں پر وحشیانہ فائزگ کی جس پر ہماری پارٹی کے کارکن شہید ہوئے۔ پارٹی کے چیزیں میں پر نارا و امدادات قائم کیتے گئے۔ پھر آپ نے دیکھا کہ جزل پھر آپ دیکھتے رہے کہ جزل پرویز مشرف نے بھی پہلا وار ہمارے پارٹی پر کیا۔ پشتون آباد پر ہمارے پارٹی کے کارکنوں پر حملہ کیا گیا۔ اُسیں بھی ہمارے پارٹی کے کارکن شہید ہوئے۔ تو جناب اسپیکر! اصل میں یہ پورا جو law and order کی situation ہے، جو ہشتنگر دی ہے اُسکا تعلق ان حوالوں سے ہے کہ ہمیں بلا تمیز، تمام سیاسی جماعتوں کو، میں بالخصوص جس طرح بابت صاحب نے کہا کہ جو مذہبی جماعتوں ہیں، جو مسجدوں میں امام صاحبان تقاریر کرتے ہیں۔ وہ اپنی باتوں پر، وہ اپنی تقاریر میں ان چیزوں کی نشاندہی انہیں کرنی ہوگی۔ کہ وہ ہشتنگر دوں کے خلاف اُنھیں بولنا ہوگا۔ جب وہ ہشتنگر دوں اور انہیاً پسندوں کے خلاف نہیں بولیں گے تو کب تک۔ لیکن افسوس سے کہنا پڑھ رہا ہے۔ کہ آج بھی ہمارے تمام امام صاحبان ہمارے علماء کرام، شاید کچھ ایسے لوگ بھی ہے جو اُنکی مخالفت کر رہے ہیں لیکن بہت سارے ایسے آج بھی ہیں کہ وہ اب بھی زہر اُگل رہے ہیں۔ وہ آج بھی ہمارے پھوٹو خراب کر رہے ہیں۔ اور کب تک وہ، فراز نے کہا تھا:-

کہ ان شیخوں کے کتابیں تاک پر رکھ دو فراز

نفرتوں کی یہ کتابیں تاقیامت پڑھیں کون۔

تو جناب اسپیکر! ان حوالوں سے میں کہتا ہوں کہ ہمیں ان ہشتنگر دوں کے اُدوں کا ہمیں خاتمه کرنا

ہوگا، ہمارے ریاست کو۔ یہ جو دنیا جہاں کے دشمنوں کو لا کے بیہاں بسایا گیا ہے اور انکے ذریعے ہمارے ایک ایک محلے، ایک ایک گھر میں جو تجربہ گا ہیں بنائی گئی ہے انہوں نے کرنا ہوگا۔ اگر انہوں نہیں کریں گے یہ حالت ٹھیک نہیں ہوگی۔ یقیناً صوبائی حکومت عام جو روز مرہ کے مسائل جو street crimes ہیں، چوری ہیں، ڈیکٹنی ہیں، اُس پر تو یقیناً پولیس کا بھی یہ فرض ہے کہ ہم اُسکے خلاف state forward وہاں پر جو ہے ناہم stand لے لیں۔ میں آج، خوشی کی بات ہے چیف سیکرٹری صاحب بھی آگئے اور آئی جی صاحب بھی آگئے CM صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ انہیں پولیس میں reforms کرنی ہوگی میں نے پہلے بھی نشاندہی کی تھی اور اب بھی میں جس حلقے سے ہوں۔ میرے حلقے میں اب بھی وہ پولیس اس طرح کام نہیں کر رہی ہے۔ پانچ، چھ تھانے سریاب سرکل میں آتے ہیں۔ اور سب سے زیادہ جرائم، street target killings crimes، اغواء برائے تاوان، چوری، ڈیکٹنی کی واقعات، اُس، میرے حلقے میں ہو رہے ہیں۔ لیکن میں نے خود دیا ہے منشیات کے اڑوں کی نشاندہی میں نے کی ہے۔ میں نے مجرموں کے، وہاں کے اڑوں کے بارے میں میں نے ڈی آئی جی صاحبان کو لکھ کر دیا ہے۔ لیکن وہ کوئی قدم نہیں اٹھا رہے ہیں۔ کیوں نہیں اٹھا رہے؟۔ انکو State powers میں حیران ہوں کہ میں خود as a MPA میں نے کوشش کی ہے کہ میں خود وہاں کے علاقے کے SP سے ملوں۔ لیکن آپ یقین کریں کہ آج تک میں نے اُس کا چہرہ مبارک نہیں دیکھ سکا ہوں۔ جناب! میرے حلقے میں ہوا تھا، CM صاحب نے وعدہ کیا تھا Floor پر کہ میرے گھر کے سامنے واقع ہوا۔ میں اُسکا چشم دید گواہ تھا۔ لیکن آج تک اُس SP کے خلاف، اُس SHO کے خلاف، آج بھی وہاں بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی انکے خلاف نہ انکو اتری ہوئی نہ وہاں suspend ہوانہ وہ معطل ہوا، نہ انہیں ہٹالیا گیا۔ کیوں ایسا کیا ہے؟۔ کم از کم ہمیں ان چیزوں پر توجہ دینی چاہیے۔ جناب اسپیکر! میرے بہت سارے فاضل دوستوں نے امن و امان کے حوالے سے بات کی کہ A اور B ایریے جو ہیں نا۔ B ایریے کو ختم کیا جائے۔ لیکن پچھلے حکومت نے بھی ایریے کو ختم کیا تھا۔ لیکن آپ جانے کہ اُس وقت کتنے نا۔ ایریے کو ختم کیا جائے۔ دیکھو! ایک یویز ایک ایسی force ہے جو اُس وقت انگریزوں کے سامنے سے بنائی گئی تھی۔ ایک کیونٹی پولیس ہے۔ اور یویز کا الہکار اور اس کا رسالدار، اُس کا نائب رسالدار اور اُس کا تحصیلدار جو بھی ہے، وہ اس بات کا ذمہ دار تھا کہ وہ اپنے علاقے میں جو بھی جرائم ہوتے تھے، وہ اپنے اس اپنی طاقت سے وہ پکڑ کے لاتے تھے۔ لیکن یقیناً آج یویز میں reforms کی ضرورت ہیں۔ ہمیں reforms کیلئے، جیسے دوستوں نے کہا کہ ہمیں reforms کرنی چاہیے یویز فورس میں۔ اسی طرح پولیس فورس میں، میں سمجھتا ہوں

کہ آج جو واقعات ہوئے ہیں، میں یقیناً جو 8 اگست کا واقعہ ہوا، اُس حوالے سے تو ہمیں افسوس ہوا ہے، بہت زیادہ رنج ہے اُس حوالے سے۔

جناب اسپیکر: نصر اللہ صاحب! آپ تجویز دے دیں کہ law and order کا، کہ کیسے بہتر کیا جاسکے۔ time کم ہے۔ جی۔

جناب نصراللہ زیریے: دے رہا ہوں۔ سب سے پہلے میں یقیناً وہ compensation تو CM صاحب نے وہ جتنے بھی سرکاری اہلکار ہیں انکو دیں گے۔ اور دوسری بات یہ ہے کہ میں CM صاحب سے ملا تھا فاروقیہ مسجد کے جو وہاں پر شہداء ہیں۔ جن کی تعداد میرے پاس 13 ہیں۔ تو انکا بھی compensation ہونا چاہیے۔ یہ وزیر اعلیٰ صاحب نوٹ کریں، زخمیوں کا اور وہ جو شہید ہوئے ہیں۔ اور جن لوگوں نے یہ واردات کی ہے۔ انکے خلاف فوری طور پر action لینا چاہیے۔ بلا تمیز انھیں گرفتار کرنا چاہیے۔ انکو Court of Law میں انکو پیش کرنا چاہیے۔ کیوں اس طرح ہوا؟۔ تو میں وزیر اعلیٰ صاحب سے کہوں گا کہ اس حوالے سے کم از کم وہ اسکے خلاف سخت کارروائی کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ دشمنوں کے اڑوں کا خاتمه کرنا ہوگا۔ جس طرح سردار مصطفیٰ خان ترین صاحب نے کہا کہ پیشیں، اب وہاں پر اس قسم کے واقعات ہو رہے ہیں۔ وہاں پر جو اڑے قائم ہیں، انکو فوری طور پر، انکے خاتمے کیلئے فوری طور پر اقدامات اٹھانے چاہیے، جہاں بھی ہیں۔ قانون کی حکمرانی ہونی چاہیے۔ rule of law ہر معاملے میں ہونا چاہیے۔ اور یقیناً جو میرے دوست ہیں، جو ناراض ہیں، جو کہتے ہیں کہ مذاہمت کار ہیں، یقیناً دنیا جہاں میں، ہم نے بھی سیاست کی ہے۔ ہم نے بھی کچھ پڑھا ہے۔ ہم نے بھی دنیا جہاں کی انقلابی تحریکوں کو کچھ پڑھا ہے۔ لیکن ہم نے کبھی نہیں سن۔ ہم نے کیوں کا کڈا کڑپی گیویرا کا بھی وہاں پڑھا ہے کہ انہوں نے نہیں کہا ”کہ جا کر آپ کسی بیگناہ کو قتل کرو“۔ اب یہ کہاں کا انصاف ہے کہ آپ اس موسم میں ہمارے ٹاورز کو اڑاتے ہیں۔ اس اہم سیز ان ہیں۔ ہمارے تمام لوگوں کا انحصار 70% یا 80% لوگوں کے آبادی کا انحصار روز راعت پر ہیں۔ اور آپ اس جوں و جولائی میں آپ ٹاورز کو اڑاتے ہیں۔ آپ کس کو نقصان پہنچاتے ہیں؟۔ آپ تو directly، صرف اور صرف آپ ہمارے عوام کو آپ نقصان پہنچاتے ہو۔ یہ کہاں کی انقلابیت ہے؟۔ یہ کہاں کا آپ کس کے فلسفے پر جارہے ہیں؟۔

جناب اسپیکر: شکریہ time please ہے۔ قائد ایوان کے بھی۔ اسکو سمجھیں۔

جناب نصراللہ خان زیریے: جناب اسپیکر! اس حوالے سے میں انھیں کہتا ہوں کہ آپ کیسے justify کریں گے، بیگناہ لوگوں کا قتل آپ کر رہے ہیں۔ آپ کس قانون کے تحت اسکو justify کریں گے؟،

آنندہ آنے والے نسلوں میں۔ اور، ہم نے دیکھا بہت سارے اپنے آپ کو مرد آہن کھلانے والے۔ آج Court of Justice میں کھڑے ہیں۔ ہمارے پاس جزل مشرف کا، وہ سامنے ہیں، وہ کیا کہہ رہا تھا۔ آج وہ Court کے سامنے ہے۔ ملائیچ تھا، وہ کہاں گیا؟۔ وہ انڈونیشیا کا مرد آہن وہ کہاں گیا۔ وہ مصر کا۔ وہ بھی آخر کار عوام کی عدالت میں پیش ہوا۔ تو کوئی بندہ بھی خون ناحق کا جو ہے ناں وہ justify نہیں کر سکے گا۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مولوی صاحب۔ کوئی فتویٰ بازمولوی صاحب فتویٰ دیتا ہے۔ وہ بھی شریعت کے مطابق، آپ نے دیکھا حضرت ابراہیم نے جب مکہ کی تعمیر کی۔ پہلی دعا انہوں نے امن کی کی ہے۔ بعد میں وہ معیشت پر گئے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم امن کی بات کرتے ہیں۔ تو آج کا مولوی صاحب کیوں امن کی بات نہیں کر سکتا؟۔ میں کہتا ہوں جناب اسپیکر! یقیناً میں کہتا ہوں کہ جو لوگ لاپتا کئے گئے ہیں، کسی ادارے کو یہ حق نہیں ہے، انکو جو ہے ناں Court میں پیش ہونا چاہیے۔ مسخر شدہ لاشوں کا جو سلسلہ ہے اُسکو بندہ ہونا چاہیے۔ ہم اس فکر کے لوگ ہیں۔ لیکن بیگناہ لوگوں کا قتل عام جو ہے ناں وہ بھی ختم ہونا چاہیے۔ پر ایویٹ فورس یقیناً جو پر ایویٹ فورس بننے ہوئے ہیں۔

جناب اسپیکر: یہ سارے چیزیں repeat کر رہے ہیں۔ یہ پہلے ہو چکی ہیں۔

جناب نصراللہ خان زیرے: جس طرح دوست نے بات کی کہ پر ایویٹ فورس۔ دیکھو اسکا خاتمه ہونا چاہیے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ، میرے دوستوں نے بات کی کہ میں کہتا ہوں کہ ہمارے جو وسائل ہیں۔ چھاؤنگ کے جوار بول روپے کے کوئلے کے جو ذخائر ہیں اُس پر تو آج direct لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ وہاں پر ایف سی بیٹھے ہوئے وہ نہیں لے جا رہے ہیں؟۔ کاسہ غر پر انہوں نے قبضہ نہیں کیا direct؟۔ ملٹری نے قبضہ نہیں کیا ہے؟۔ اور اسی طرح وکی پر قبضہ نہیں کیا ہے؟۔ تو یہ چیزیں ہمارے عوام کی ہیں۔ یہ عوام کے پاس۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ، میں آخر میں پھر دوستوں سے کہوں گا کہ مسجد کو، خدا کے گھر کو وہ خدا کی صرف اور صرف اُسکے لئے استعمال ہونا چاہیے۔ اور اسی لئے پشتو کے ایک مشہور شعر ہے درویش درانی ہمارے بہت بڑے شاعر ہیں انہوں نے کہا کہ کوئی کسی کے قصیدے نہیں پڑھیں گے، محراب اور مبر صرف خدا کی ذات اور پیغمبر ﷺ کی صفت کیلئے ہوگا۔ Thank you۔

جناب اسپیکر: ابھی short time ہے۔ میڈم! تھوڑا صبر کریں ناں۔ کیونکہ سینئر موقع مل رہا ہے۔ یا! ڈاکٹر مالک کو نہیں جانا ہے؟۔ دینے دیں، کہیں پہنچنے تو دیں کوئی کام بھی ہو۔

ڈاکٹر عبدالمالک (قائد ایوان): میرا sir یہ ہے کہ اگر مجھے آپ نے روکا، تو میرا

time کا ختم ہو جائیگا۔ جہاں مجھے جانا ہے۔ تو پھر کل جو Chinese delegation آ رہا ہے، میں اسکو received نہیں کر سکوں گا۔ ادھر سے take-off ہو جاؤں۔

جناب اسپیکر: ایسے بتائیں ناں تو۔ تو میں اگر معذرت کے ساتھ۔ میدم! یہ چیزیں آپکو سمجھنی پڑیں گی۔ کیونکہ مجھے تو اتنا اجازت دے کہ جو پانچویں دفعہ اسمبلی آیا۔ ہم نے کافی دھکے کھائے۔ رحمت! اگر ناراض ہو رہا ہے، اگر کسی بات پر۔ اگر وہ کارڈ pass پہلے بنوادیتا، تو یہ نوبت بھی نہیں آتی۔ لیکن میں آفیسر کے خلاف action لینے لگا ہو۔ کہ پروٹوکول والا گیٹ پر ٹھہراوں۔ اپنے MPA's کو receive کرنے کیلئے، تو میری معذرت ہیں۔ ولیم برکت صاحب سے، آغا لیاقت صاحب سے۔ اور رحمت بلوچ سے۔ کیونکہ ہم نہیں دے سکے ہیں انکو۔ کیونکہ CM صاحب کا مدعasun لیا ہے۔ تو اسلئے CM صاحب please stime take the Flour.

ڈاکٹر عبدالمالک بلوچ (قائد ایوان): شکریہ اسپیکر صاحب! میں معذرت چاہتا ہوں اپنے ساتھیوں سے جنکا time میں نے لے لیا ہے۔ اور اگر ہمیں وہاں کوئی landing کا problem نہیں ہوتا تو ہم بالکل سارا دن بیٹھ کر باقی کرتے۔ آج انتہائی important issue ہے بلوچستان کا، جس کو کافی دوستوں نے highlight کیا۔ لیکن میں ایک گلہ کرتا ہوں اپوزیشن سے۔ یادہ دوست جوڑیزیری میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ جس important issue پر آپ بات کر رہے ہیں یا بات کرنے کی ضرورت ہے۔ انکی interest کا حال یہ ہے کہ وہ موجود نہیں ہیں، really، کیا ہم باقی کرتے ہیں، ایسی سطحی باقی ہیں یا واقعی ہم چیزوں کو ٹھیک کرنا چاہتے ہیں۔ اسپیکر صاحب! بلوچستان کے حالات میں سمجھتا ہوں کہ تمام سینئر دوست بیٹھے ہوئے ہیں، ہمارے قبائلی اکابرین بیٹھے ہوئے ہیں۔ مطلب اتنا simple ہے۔ نہیں ہے two-plus-two=four regional problems ہیں۔ یہاں extremism ہے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ان چیزوں کو ایک بار نہیں کئی بار ہمیں analysis کرنے کی ضرورت ہے۔ اور انکا حل میرے پاس نہیں ہے۔ میں اور آپ مل کر اسیں شاید کچھ پیشرفت کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ law and order کا جو basic issue related ہے، وہ major Baloch insurgency ہے۔ میں اسکو ”ناراض بلوچ“، نہیں اسکے چار پانچ حصے ہیں۔ نمبر 1۔ School of Thoughts ہیں۔ میں اسکو سمجھنا پڑیگا۔ اسکے ساتھ analysis کرنا کہوں گا۔ یہ problem، جو ہم اسکو، کہتے ہیں ”sectarianism“۔ یہ بھی اتنی سطحی چیز نہیں ہے۔ یہ پڑیگا۔ یادوسرا problem، جو ہم اسکو، کہتے ہیں ”sectarianism“۔ یہ بھی اتنی سطحی چیز نہیں ہے۔ یہ

بھی یہ، مختلف فرقوں کے درمیان ایک problem ہے، جو یہ نہ صرف بلوچستان کا ہے، نہ صرف اس ملک کا ہے بلکہ اس region کا ہے، اسکے ساتھ ساتھ تیرا جواہم factor ہے، وہ یہاں کے مسلح لوگ ہیں۔ جو گذشتہ 10 سالوں میں آہستہ آہستہ سوسائٹی کو ان لوگوں نے ہائی جیک کی ہے۔ چوتھا جو یہاں پر ہے کہ ہمارے مختلف gangs ہیں، جن کو طاقتور لوگوں کی support حاصل ہے۔ وہ لوگوں کو انخواء کرتے ہیں۔ ڈیتیاں کرتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ انکو الگ الگ ہم analysis کر کے، انکے حل کی جانب جائیں۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ یہ اس طرح نہیں ہے۔ اور اسکو ہم، مطلب جو ہمارے ہاں دو، موجود ہیں۔ یہ ہمارے ہاں نہیں ہیں۔ یہ اسٹیبلشمنٹ میں ہیں، اسلام آباد میں ہیں۔ There is two way to counter the insurgency. One we call "کہ جی! آخری تال کو مار دو"۔ کہ یا آخری جو بلوج ہے، اسکو مار دو۔ یہ ایک UK strategy ہے۔ دوسرا وہ ہے کہ جو insurgeon ہے، کہ آئرلینڈ۔ اور وہ آزادی چاہتے ہیں۔ وہ Queen سے حلف بھی نہیں لیتے ہیں۔ لیکن کئی سالوں سے اسکو dialogue میں engage کیا ہے۔ تو جو میرا تجربہ ہے، بلوچستان کے مخصوص حالات کے، اسکو ہم بجائے تال strategy کو، ہمیں فیڈرل گورنمنٹ سے ملکر، اسٹیبلشمنٹ سے ملکر، ہمیں UK strategy کو اپنانا ہوگا۔ اس UK strategy کے مطابق ہمیں چنان ہوگا۔ ہمیں dialogue کو engage کرنا ہوگا۔ ہمیں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ پانچواں آپریشن ہے۔ لیکن چار آپریشن جو ہوئے ہیں وہ logically ہے کہاں پر ختم ہوئے ہیں؟۔ وہ table پر ہوئے ہیں۔ 48 کو لے لیں، 58 کو لے لیں، 62 کو لے لیں، 73 کو لے لیں۔ آخر یہ ہمارے یہی قائدین ہیں۔ جس میں ہمارے سارے قائدین شامل تھے، بڑے بڑے لوگ تھے۔ ولی خان تھا، میر غوث بخش بن جو تھا، سردار عطاء اللہ مینگل تھا، نواب خیر بخش مری تھا۔ انہیں لوگوں ضیاء الحق سے مذکرات نہیں کئے؟۔ وہ تو ایک فوجی ڈیکٹیٹر تھا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمیں بلوج insurgency کو engage کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن اس سے پہلے کہ ہم dialogue کو engage کریں۔ اسکی ایک ہمیں confidence building کی ضرورت ہیں۔ جس میں نمبر 1 جو missing persons کا مسئلہ جو انسانی ہے۔ اسکو ہمیں اس اسمبلی کے

Floor پر، ہم پارلیمانی گروپ بنائیں۔ ہم یہاں کے معتبرین کو engage کریں۔ ہم پاکستان کے جو Floor Politicians ہیں۔ جو ہمارے قبائلی سردار ہیں، انکو ہم engage کریں۔ تاکہ ہم اسکو dialogue کے ساتھ missing persons کا، وہ کر لیں۔ میں دوستوں سے اتفاق کرتا ہوں کہ جب تک ہم سے پہلے، missing persons کے مسئلے پر آگئے نہیں بڑھیں گے یا bullet raided bodies کا جو ہے نال۔ اب یہاں مجھے بدقتی سے جو ہمارے دوست، ابھی حمل صاحب تو نہیں ہیں۔ حمل صاحب نے کہا ”کہ جی! دوہمینوں میں 350 لاشیں گری ہیں“۔ مولانا واسع صاحب نے فل کہا ”کہ جی! 500 سے زیادہ، ساڑھے پانچ سو سے زیادہ لاشیں گری ہیں“۔ اب میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہاں سنجیدہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں سنجیدگی سے بات کرنی چاہئے۔ مجھ پر اگر تقدیم ہو، مجھ میں خامیاں اور بھی بہت ہیں۔ لیکن جو سرکاری اعداد و شمار ہیں۔ مجھے جو دیا گیا ہے، اگر اسکو کوئی بھی معزز اکان challenge کر سکتے ہیں۔ میں اسکے ساتھ بیٹھ سکتا ہوں۔ Statistic ہمارے may be غلط ہو سکتے ہیں۔ لیکن 2013ء میں، جنوری میں 7، فروری میں 14، مارچ میں 10۔ اُس نے کہا ”2 میئنے“۔ ہم جون سے آئے ہیں۔ جون میں maximum ہوا ہے، وہ 17 تھے۔ جولائی میں 3 تھے۔ اگست میں اب تک 2۔ ٹوٹ 22 جو bullet raided bodies ہم باقی وہ نہیں کہتے ہیں کہ جہاں ایف۔ سی نے operations کی ہیں۔ یا ایف۔ سی پر operation ہوا۔ یا تربت میں جو ہے ناکوٹل گارڈز پر ہوا۔ وہ نہیں ہیں۔ وہ جو bullet raided bodies تھے۔ وہ اس وقت جو record میرے پاس ہے، وہ 20 ہیں۔ اور میرا دوست حمل کہتا ہے ساڑھے تین سو ہیں۔ مولانا صاحب کہتا ہے پانچ سو ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہم ویسے ہی ایک عذاب میں ہیں۔ ہم مزید اپنے آپکو، کیوں جو ہے ناں لوگوں کو ان انجمنوں میں ڈالتے ہیں۔ ہمیں ایک realistic picture دینا ہوگا، اپنے لوگوں کو۔ اور یہ 20 بھی ہیں، یہ بھی غلط۔ جو بیناہ لوگ بولان میں مارے گئے ہیں، وہ بھی غلط۔ جو بیناہ لوگ جو ہیں ناں پسند میں کوٹل گارڈز کے مارے گئے ہیں، وہ بھی غلط۔ لیکن ہمیں figures کیلئے exaggeration نہیں کرنا چاہئے۔ میں سمجھتا ہوں confidence building bullet کیلئے a plus as مطلب آپ missing persons کا روکنا بہت ضروری ہے۔ میں a plus جو میری طاقت ہیں۔ میں آپکی طاقت ہوں۔ ہم یہ case لے کر، جو کمیٹی ہم بنائیں گے۔ پارلیمانی plus جو ہے ناں بلوچستان کے اور فیڈرل گورنمنٹ کے ساتھ مل کر ہمیں ان دو issues پر کام کرنا ہے۔ اور تیسرے issue پر جو ہم نے پیشرفت کی ہے۔ وہ ہے Rehabilitations کی۔ دیکھیں ناں، میں اسکو،

دیتا ہوں اس گورنمنٹ کو، اس گورنمنٹ کے آفیسر ان کو، جن لوگوں نے واقعی ایک بہت بڑے مشکل credit حالات میں وہاں پر جا کر Rehabilitation شروع کی۔ اور ہمیں پتہ ہے کیا ہورہا ہے وہاں پر۔ ہم engage ہیں، اسکو منت کرو، اسکو منت کرو کہ بھئی! ایسا نہ ہو کہ آپس میں لیکن It's a process میں یہ نہیں کہہ سکتا ہوں کہ تمام۔ یہ تو ایک ڈسٹرکٹ کا ہے، جو ہم نے کئے ہیں۔ کوئئے میں کتنے لوگ ہمارے detach ہوئے ہیں۔ تقریباً 10 بلوج ڈسٹرکٹوں میں migration ہو رہا ہے۔ 10 بلوج ڈسٹرکٹوں میں۔ آپ یقین کریں اپنیکر صاحب! گزشتہ سال 70 ہزار ہمارے بچوں نے پڑھائی چھوڑ دی ہے۔ 70 ہزار نے۔ ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارا جو، صحیح بھی یہی تھا، کل بھی یہی تھا اور پرسوں بھی۔ ہمارے زمیندار رور ہے ہیں۔ وہ جو 60 لاکھ کا باغ بیچتا تھا، اُسکے نصیب میں ایک گھنٹہ بجلی ہے، بجلی کا۔ وہ رور ہا ہے۔ تو یہ حقائق ہیں۔ ہمیں ان حقائق کو۔ مطلب ہے انسان جو ہے ناں، مٹی تو نہیں کھا سکتے ہیں۔ ہم بلوجستان کو بڑی بڑی باتیں ہم کرتے ہیں۔ ”کہ جی! یہ ہے، وہ ہے“۔ وہ ہے، اپنی جگہ پر ہے۔ but what about وہ لوگ جو اس وقت پس رہے ہیں۔ جن کو کھانا چاہئے۔ جن کو دوائی چاہئی۔ اے ان کو علاج چاہئے۔ ہم اسمبلیوں میں بیٹھ کر بڑی بڑی باتیں تو کر سکتے ہیں۔ لیکن اب تک ہم نے بلوجستان کو manage نہیں کی ہے۔ صرف گالی دینا کافی نہیں ہیں اسلام آباد کو۔ ہاں حقوق کیلئے گالی دے دو۔ جو اس نے Exploitation کیلئے کیا ہے اُسکے لئے لڑو۔ لیکن جو آپکی ذمہ داری ہے۔ اگر آپ کام اسٹر، آپ کا ٹیچر، آپ کا جو ہے ناں اپنا گورنمنٹ ملازم، بے ایمانی کرتا ہے۔ ڈیوٹی نہیں دیتا ہے۔ تو وہ میرا fault ہے۔ مجھے سننے والا ہوگا۔ اسکو ہم shift نہیں کریں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ number one insurgency ہے۔ نمبر 2 میں Sectarian پر میں آؤں گا۔ sorry میں تھوڑا سا بھٹک گیا۔ میں بھی میں نے کافی sectarianism discussions کی ہیں۔ میں اپنے ان دوستوں کے ساتھ بھی on board ہوا ہوں۔ میں نے اُنکے ساتھ بیٹھا ہوں۔ جو دوسرے جو سُن فرقے سے تعلق رکھتے تھے۔ میں Floor کو frankly ہتا دیتا ہوں۔ اُنکے ساتھ بھی میں نے بات کی ہیں۔ میں Repeatedly discussions کر رہا ہوں۔ میں انکو کہتا ہوں ”کہ خدا کیلئے آپ کعبۃ اللہ میں تو اکھٹے رہ سکتے ہیں۔ کوئی میں کیوں اکھٹے نہیں رہ سکتے ہیں، جہاں بہت زیادہ ضرورت ہے اسکی؟“۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس پر، I.G. ا صاحب ہیں، Chief Secretary ہیں، Home Secretary ہیں۔ ہم اس پر بالکل کام کر رہے ہیں۔ ہم وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری کوشش ہے کہ ان میں جتنا جلدی ہم مدد ہیں آہنگی لاسکتے ہیں، ان میں ہم لا نہیں۔ یہاں کے جو مذہبی قائدین ہیں، انکو ہم بٹھائیں۔ ایک دوسرے کے مؤقف کو جانیں۔ جب وہ

پنجاب میں ایک دوسرے کے ساتھ agreement کر سکتے ہیں، تو یہاں پر کیوں نہیں کر سکتے ہیں؟۔ اسیں ہمارے پاس will ہونا چاہئے۔ اسیں ہم جو 65 آدمی بیٹھے ہوئے ہیں، اسکے باہر جو لوٹیکل لوگ ہیں۔ یہاں ہمارے علماء بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس مذہبی ہم آہنگی میں ہمیں یہ سب کو۔ چاہے جس فرقے کے ہوں، انکو ہمیں بیٹھ کر۔ انتہائی، یہ ہم کب تک اپنے بچوں کو، بچیوں کو اس حد تک جو ہے ناں، مرتبے ہوئے دیکھیں گے۔ میں ایمانداری سے کہتا ہوں کہ بلوچستان کا یہ جو بجٹ ہے ناں، یہ آپکا جتنا این ایف سی میں ملا ہے، وہ سارے compensation اور law and order میں چلا جائیگا۔ ہمارے پاس کچھ بھی نہیں ہوگا۔ روزانہ دو، دو، تین، تین کروڑ کے جو ہیں ناں ہم compensation دے رہے ہیں۔ تو اس سلسلے میں بھی میں آپکے Floor کو اعتماد میں لیتے ہوئے، ہمیں، جو ہمارے قائدین ہیں، مذہبی ہیں، ہمارے جو ہے ناں قبائلی ہیں۔ ہمارے Political Parties کے ہیں، ہمیں، جو نبی یہ سلسلہ، کابینہ آپکی حلف لے گی۔ اسکے بعد ہمیں بیٹھنا پڑیگا، اور کئی دونوں تک بیٹھنا پڑیگا۔ تو میرا vision یہی ہے کہ ہم دونوں میں، چاہے وہ بلوچ address insurgency ہو۔ یا ہمارے جو ہے ناں مذہبی کسی سے conflict ہوں۔ اُس دونوں کو ہمیں scoring کرنا پڑیگا۔ اور یہ تمام شاہزادیں جو ہو رہی ہیں، ملک کے خلاف، اس حکومت کے خلاف۔ اب ہم کب تک جو ہیں ناں مذہبی جنوبیت کو اس حد تک لے جائیں گے agree with، اپنے دوستوں سے کہ ان لوگوں نے کہا ہے ”کہ ایک منصوبے کے تحت یہاں مذہبی جنوبیت کو آگے لے جایا گیا۔“ But this is a time۔ کہ ہم سب ملکر，point scoring کے علاوہ، مطلب میں کہتا ہوں اگر یہ دو یا تین issues ہم حل کر سکیں۔ تو سمجھو میری حکومت دوسرے دن چلی بھی جائے تو کوئی فرق نہیں پڑتا ہے۔ لیکن یہ دو issues ہیں کہ جو ہمارے لئے انتہائی، ہم ہیں۔ تیرا مسئلہ اسکو ہم فیڈرل گورنمنٹ سے take up کر رہے ہیں۔ جو یہاں پر مسلح لوگ بٹھائے ہوئے ہیں۔ جن کے پاس سرکاری cards ہیں۔ میں اس Floor of the House پر کہوں گا۔ اور میں نے ہر Forum پر کہا ہے۔ بغیر کسی ڈر اور خوف کے۔ کہ اگر آپ نے لوگوں کی مارنے کی لائسنس دی ہیں۔ تو وہ ان لوگوں کو ماریں گے۔ ایک آپکے لئے ماریں گے دس اپنے لئے ماریں گے۔ اس وقت میں اس Floor پر، I am Chief Minister. لیکن No doubt I am Chief Minister۔ ہم بلوچستان میں، خاص طور پر جتنے بلوچ districts ہیں، ان میں go areas no go areas زیادہ ہو رہے ہیں۔ مجھے فیڈرل گورنمنٹ کو، ہم نے سمجھایا ہے، مزید میں سمجھا رہا ہوں۔ بلیکہ کل no go area نہیں تھا۔ آج روز بروز no go area بن رہا ہے۔ مند no go area، اب وہاں پر لوگ بیٹھ کر طالبان کی

طرح فیصلے کر رہے ہیں۔ اب کیا کرو گے؟۔ پنجور no go area نہیں تھا۔ تو یہ حقیقتیں ہیں۔ ان حقیقتوں کو ہم حقیقی بنیادوں پر دیکھیں۔ اور اسکے حل ڈھونڈیں۔ باقی یہاں پر problems ہیں۔ قبائلی conflicts۔ جو ہمیں disturb کر رہا ہے۔ چوتھے نمبر پر میں اسکور کرتا ہوں۔ یہاں پر ہمارے سارے معتبرین بیٹھے ہوئے ہیں۔ جن لوگوں نے اسکے لئے بہت time دیتے ہیں۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ یہ جو conflicts ہیں، انکو resolve کرو۔ جاؤ میرہ مر کر کرو، پشتون، بلوج روایت کے مطابق، اسلامی روایت کے مطابق۔ یہ کیا حال ہے؟۔ ہم بھی پہلے 88 میں MPA's بنے تھے۔ ہمیں چوتھت نہیں تھا۔ رک्षے پر آئے۔ اُتر گئے، چلے گئے۔ اب تو ہمارے لئے اس ایوان کو secure کرنا سب سے بڑا مشکل ہے۔ اپنیکر صاحب! رات کو پہنچنے کتنے دفعہ میں نے انکو phone کیا ہے ”کہ جی! آپ مجھے progress دے دیں۔ تو میں یہاں کے اکابرین سے، قائدین سے گزارش کرتا ہوں کہ جتنے tribal conflicts ہیں۔ ہم نے بہت سی بربادیاں کیں۔ لوگوں کو مارا۔ اپنے آپ کومروایا۔ Ego کے نام پر۔ یہ اس پر ہمیں سنجیدگی سے۔ پانچوں نمبر پر میں یہی لاوں گا law and order کے۔ کہ جوڑا گو ہیں، جو Kidnappers ہیں، کم از کم ہم اُسکی سفارش نہیں کریں۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ اب ہر ایک نے اپنے لئے ایک گینگ بنایا ہے۔ اب تو اللہ کی مہربانی ہے، بہتر ہو گئے ہیں، بہت سی چیزیں۔ نہیں تو یہاں سے، سریاب سے شروع ہو کر جو ہے نا خضدار تک جاتا تھا۔ God knows کہتے ہیں۔ میں جب سینئر تھا۔ مجھے I.G. Police نے کہا، جو سابقہ تھے۔ اُس نے کہا ”کہ جی! اس وقت کوئی 72 گینگ کام کر رہے ہیں۔ Kidnappers، چور، پکارے۔ تو انکو، اگر ہم انکی back reforms کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسکے لئے جو پولیس ہم نے شروع کیئے ہیں۔ agree کہ جب تک بلوچستان کو آپ اپنا Force نہیں دیں گے، ہم اپنی سوسائٹی کو control نہیں کر سکتے ہیں۔ Police Force میں ہم نے reforms شروع کی۔ اُنکی special trainings ہم کروار ہے ہیں۔ اسکو تقریباً 5 ہزار کی commitment ہے، فوج کی، لیکن ابھی تک ایک ہزار اس نے رائقیں دی ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم اپنی Police Force کو reform کریں۔ مطلب یہ میرے اوپر، میں Floor پر کھوں گا۔ بابت لالا چلا گیا ”کہ جی! ٹرانسفریں“۔ اب ٹرانسفریں چھوڑو، یہی لوگ آرہے ہیں کہ جی cadre transfer کرو۔ BC کا بندہ ہے اسکو District Police میں لے جاؤ۔ گزارش کرتے کرتے تھک گئے ہیں ”کہ یہ الگ cadre ہے، یہ الگ cadre ہے۔ آپ چھوڑ دیں“۔ اگر ہم D.P.O. کو I.G. کے کہنے پر لگا دیتے ہیں۔ اور اسکو صفائح دے دیں ”کہ آپ law and

order maintain کو رکھو گے۔ اس سے ہم، کیا بات ہو گی، کیا ضروری ہے کہ ہمارا D.P.O's جائیں؟۔ ہمیں تو law and order سے تعلق ہے ناں؟۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم Police Force کو۔ باقی رہالیویز کے بارے میں کچھ دوستوں نے کہا۔ میری بالکل اُن دوستوں سے رائے مختلف ہے۔ یا کیسوں صدی ہے۔ ماڑن دوار ہے۔ لیویز اب جو ہے ناں ماڑن دوار کو face نہیں کر سکتا ہے۔ جس کے بعد initial training۔ اب اگر میں کہوں ”کہ جی! میں بلوچ ہوں۔ میں تو trained ہوں۔ پیدائشی بندوق چلانا مجھے آتا ہے۔ یہ American کیا ہیں“۔ تو یاپنے آپکو دوہوکہ دینے کے برابر ہو گی۔ ”کہ جی! Americans کچھ بھی نہیں ہیں اور میں چونکہ بلوچ ہوں۔ مجھے بندوق چلانا ضروری ہے۔ ضروری نہیں ہے کہ مجھے بندوق چلانا آئے۔“ تو میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں، مجھے لیویز کی مخالفت نہیں ہے۔ لیکن لیویز کی دو Directorates ہم نے بنائے ہیں۔ ہم دو projects رکھ رہے ہیں، لیویز کو reform کرنے کی ضرورت ہے۔ میں گزارش کرتا ہوں کہ جو لیویز والے age 60 کو cross کر چکے ہیں، اُسکی میڈیا یکل بورڈ کرواؤ۔ انکو ریٹائرڈ کرو۔ اب میرے پاس کچھ آگئے ہیں، مناسب نہیں ہے، واٹک میں 20 آدمی جو ہیں ناں وہ 80 سال کے ہیں، نہ وہ دیکھ سکتے ہیں، نہ چل سکتے ہیں۔ بیٹوں کو لگا لو۔ لیکن ایک initial training تو ہو؟۔ تو میں، جو لیویز کو رکھنا چاہتے ہیں I have no objection۔ لیکن جو ڈسٹرکٹ پولیس کو prefer کر رہے ہیں۔ ہم اس پر work-out کر رہے ہیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ with the passage of time ہمیں اسکو بہتر بنانے کی ضرورت ہے۔ یہ کچھ issues کے۔ اسکے علاوہ ہمارا دوسرا issue ہے۔ یہ تھوڑا سا جو ہماری vision ہے ہماری، اسکو میں آپکے سامنے لانا چاہتا ہوں۔ بلوچستان کا problem ایک problems ہے، اسکو focus نہیں ہے، دوسرا。 political economical ہے۔ جب تک اسلام آباد بلوچستان کے focus نہیں کریگا، ہمارے ساتھ، ہم بھی۔ مطلب اب ہم لاکھ ہمیں جب تک ہمیں جو ہے ناں کم ازکم 1500 M.Watt project میں، میں، پندرہ، پندرہ سال سے، ڈیرہ غازی خان، لور الائی ہو۔ یادو اور خضدار ہو۔ تو یا انکو کرنے پڑیں گے، اگر جب تک انہوں نے economical package نہیں دی اور صرف ڈنڈے پر گزارہ کیا، تو پھر مسئلہ گڑ بڑھو گے۔ ہم نہیں ٹھیک کر سکتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے roads ہیں، اگر، جب تک فیڈرل گورنمنٹ انکو نہیں بنایا گا، ہماری communication system جو

ہے ناں، وہ آگے نہیں جائیگی۔ اسی طرح jobs کا مسئلہ ہے۔ بلوچستان کا جو بھی job quota ہوتا ہے، انکو ہمیں دینا ہوگا۔ یہ case ہم لے جارہے ہیں۔ جتنے autonomous body ہیں، ان میں بلوچستان کی نمائندگی دینی ہوگی۔ اگر نہیں دیں گے تو پھر صرف اس سے ہم بیٹھ کے جو ہیں ناں۔ ایک دفعہ ہم نے صلاح بھی کیا۔ پھر کھانے کیلئے کچھ نہیں ہے، پھر کوئی نوجوان بندوں کو اٹھاتا ہے۔ ”کہ پھر اس ملک میں رہنے کی کیا فائدہ ہے جو مجھے دو times کی روٹی نہیں دے سکیں؟“۔ کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کو reciprocate کرتے ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ ملنے ہوئے ہیں۔ سیاسی مسئلہ، معاشی مسئلہ۔ دُنیا اس وقت معاش پر چل رہا ہے۔ تو یہ ہم اسلام آباد کو بڑے واضح messages ہم نے دیئے ہیں۔ ہر forum پر دیئے ہیں ”کہ جی! آپ تو ڈنڈ اماری کر رہے ہیں۔ لیکن آپ دیں بھی کچھ ناں“۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ over-all issues ہیں۔ باقی کچھ میرے دوستوں نے یہاں وہ کی، تقدیر کی۔ یا، میں بالکل یہ سمجھتا ہوں کہ گوادر پورٹ کو، سب سے پہلے میں اڑا ہوں اسکے لئے، سینٹ میں اڑا ہوں۔ اور گوادر پورٹ، بلوچستان کا ہے۔ ملک کا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ اسکا جو ہے ناں فائدہ بلوچستان کو ملنا چاہیے۔ اسکی بلوچستان کے ہاتھ میں ہو۔ میں ہر چیز کو، چاہے گوادر پورٹ کا معاملہ ہے وہ بھی میں management آپکے سامنے لاوں گا۔ بالکل transparently اس پر discussion کر لیتے ہیں۔ کوئی پچھاتے نہیں ہیں۔ اسیں جو clause ہو گے۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ کیونکہ میں واحد آدمی تھا، گوادر پورٹ پر میں نے کام کیا ہے۔ سینٹ کی Sub-Committee کی sir ہیں۔ اس نے کام کیا ہے۔ صرف میں جو report میں نے دیئے ہیں، وہ report کو ابھی تک Senate deny نہیں کر سکا، اپنا Federal Government۔ یہاں کوئی چیز، چاہے ریکوڈ کے Barے میں، بہت پریشان ہوں۔ reasons یہ ہیں، کہ میری سمجھ میں ابھی تک نہیں آ رہا ہے کہ What should we do? ایک جانب litigation میں گیا ہے۔ اگر خدا نخواست وہ Court کی judgement کی ہمارے خلاف آگیا، وہ 24 ارب ڈالرا کا جو ہے ناں وہ claim ہے۔ دوسری جانب اگر ہم نے project شریعت مبارک صاحب کو دیا، تو اسکا کیا ہوگا؟۔ اور اسکو یہاں تک لے گئے ہیں ”کہ جی! ہم نے تو بلوچستان کے ریکوڈ کا بچایا ہے“۔ ہم خود اسکو explore کریں گے۔ ہماری exploration کی بات یہ ہے کہ ہمارے پانچ سو والر سپلائی بند ہیں انکو ہم نہیں چلا سکتے ہیں۔ آپ ریکوڈ کو جو ہے ناں جس کیلئے sophisticated تو یہ وہ قومی issues ہیں جو ہم آپکے سامنے

لائیں گے۔ میں، جو وہاں دوست میرے، نے کہا ہے کہ ”جی! گوادر کی زمینوں کی۔ گوادر کی، پسند کی land کی“۔ میرے فاضل دوست نے کہا۔ میں پسند کی، یہ Floor کے ساتھ، میری مددکرو۔ پسند اور گوادر جس نے بیچا ہے میں اسکو یہاں پر expose کروں گا۔۔۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ جس نے بیچا ہے۔ چاہے جو بھی طاقتوں ہو، میں اسکے سامنے، آپکے سامنے تمام records لاوں گا۔ میں تمام لوگوں کو بتاؤں گا، چینوں گا کہ زمین کو، گوادر کو، پسند کو کس نے بیچا ہے؟۔ ہمارے یہ ایک test case تھا اس گورنمنٹ کی۔ میاں نواز شریف ہماری coalition ہیں، اسکی ہم پر احسان ہیں۔ کہ اُس نے ہمیں جو ہے ناہ وہ majority میں ہوتے ہوئے مجھے اُس نے نامزد کی۔ لیکن، میں اسکا مشکور ہوں۔ جب میئنگ میں، جو ہورہا تھا گذانی میں۔ جو Power-PAR کے نام سے وہ شروع کر رہے تھے۔ ہماری ایک understanding تھی۔ چیف سیکرٹری صاحب کے ساتھ، میرا، کچھ اور دوست تھے۔ تو یہ float ہوا کہ ”ہم اپنی زمین نہیں بیچیں گے۔ ہم equity پر دیں گے“۔ اب بلوچستان میں جو بھی، فیڈرل گورنمنٹ یا کوئی وہ زمین بیچے گا، اسکو ہم زمین on-line equity پر دیں گے، بیچیں گے نہیں۔ میں نے میاں صاحب کو اُس دن جب سب چیزیں تمام Live T.V پر چل رہے تھے۔ میں نے کہا کہ ”جی! ہم سب land کے مسئلے پر اور شناخت کے مسئلے پر، ہم اپنی land نہیں دینگے۔ ہمیں دے دیں equity پر۔ ہماری equity ہے جتنا“۔ پھر مجھے اسحاق ڈارنے پوچھا ”کہ اسکی قیمت کیا ہے؟“۔ تو میں نے کہا ”وہی قیمت جو لاہور کی ہے۔ لاہور میں جتنا آپ لیتے ہیں ایکڑ، ہمارا بھی وہی اسی طرح کرو“۔ یہ تو نہیں ہے کہ بلوچستان کی land مال مفت دل بے رحم تین ہزار روپے پر تمام گوادر تین ہزار روپے پر لوگوں نے بیچا۔ ایک ایکڑ تین ہزار روپے پر۔ پھر اس شخص نے تین لاکھ پر بیچا۔ پھر اس شخص نے دس لاکھ پر بیچا۔ میرے ایک اور فاضل دوست نے کہا کہ گوادر میں پانی کا مسئلہ۔ چالیس کروڑ روپے کے ہم نے باکسر کے پانی خریدے۔ وہ ادھرنہیں ہیں، مناسب نہیں سمجھتا ہوں۔ سورڈیم کو مکمل ہونے کیلئے صرف پندرہ کروڑ چاہیئے تھا۔ گوادر کا سب سے بڑا source ہے، پانی دینے کی یہ۔ گورنمنٹ نے پندرہ کروڑ نہیں دی۔ چالیس کروڑ کے پانی خرید کر کے، لوگوں کیلئے۔ یہ والد کی مہربانی ہے کہ بارش ہوئی۔ اب ایک ٹینکر اٹھا رہ ہزار میں ان لوگوں نے خرید اصحاب! پانی کا۔ چالیس کروڑ کی پانی لے لی، ہاں!۔ ایک ڈیم کو جو ہے ناں بنانے کیلئے پندرہ کروڑ چاہیئے تھا، وہ نہیں دی۔ اور اس گورنمنٹ نے commitment کی ہے کہ ”ہم گوادر کے لوگوں کو پانی دیں گے“۔ ہم نے فیڈرل گورنمنٹ سے اسکی allocation بڑھائی ہے۔ ہم اپنے حوالے سے شرڈیم کو بنائیں گے۔ لیکن بالتوں کی حد تک تو ٹھیک ہے۔ لیکن حقائق تو یہ ہیں۔ ہمارے ہاں کہتے

ہیں کہ 9 من کی تو چوری نہیں ہو سکتا ہے نا۔ اب چالیس کروڑ کے ڈاکٹر صاحب! پانی لوگوں نے خرید کر کے گواہ کو دیئے ہیں۔ اور پھر بھی بڑی بڑی باتیں۔ تو sir میں آپکا، کیونکہ میں کچھ چیزوں کو آپکے ساتھ on board کر رہا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ، نواب صاحب کے case میں یہ ہوا۔ کچھ لوگوں نے وہ کی۔ اس گورنمنٹ نے، ہماری ذمہ داری تھی۔ اس گورنمنٹ نے، نواب صاحب کے، نواب گنجی شہید کے case پر stand لے لیا کہ ”جی! آپ، ہم آپکو دفعہ کہا کہ جی! آپ اسکو،“ میں نے کہا ”ہم shift نہیں کریں گے اسکو۔ آپکو یہاں trial ہونا پڑیا۔“ اس گورنمنٹ پر یہ تقدیم نہیں ہے۔ اس گورنمنٹ پر یہ تقدیم نہیں کہ بے ایمانی اُس نے کی ہے۔ ٹھیک ہے نا!۔ تو ہم، میں سمجھتا ہوں کہ یہاں بہت سی چیزیں ہیں، اس coalition اس نے کی ہے۔ اور آج میں اسکو اس طرح سمیٹ لوں گا کہ ہمیں اپنی vision کی clear باکل government کو بھی reorganize کرنا ہے۔ ہمیں dialogue کا بھی process چلانا ہے۔ اس institution کو بھی compensation کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جیسے کہ اُس نے کہا revisit کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جیسے cases ہوئے ہیں، اُسکو جو بچے ہیں، انکو ہم دے دیں گے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ G.A. صاحب بیٹھے ہیں، میری Floor پر ایک commitment تھی۔ مطلب ہمارے دوست یہ نہیں چاہتے ہیں ”کہ یہ اڈہہ ہمیں دے دو۔ اسکی کمیشن ہو، لے لیں گے۔ یہ چیک پوسٹ ہمیں دے دو اسکی کمیشن ہم کھالیں گے۔“ ہم یہ چاہتے ہیں ”کہ اس اڈے کو ختم کرلو۔“ یہ نہیں سمجھتا ہوں کہ، مطلب تربت میں 28 چیک پوسٹیں تھیں، جو ہم نے ختم کیئے ہیں۔ ہر چیک پوسٹ پر لوگ پیسے لیتے تھے۔ یہ اس ایم پی اے کا تھا، یہ اُس کا تھا۔ یہ اُس پارٹی والے کا تھا۔ ہم کوئی چیک پوسٹ نہیں لیتے ہیں۔ بیلے میں بھی تھا، ایک چیک پوسٹ جو ہے ناں پتہ نہیں بیلے کی پولیس کا جو ہے ناں 60 سے 70 لاکھ تھی۔ اسیں ہم نے آئی جی صاحب سے کہا ”کہ کوئی ایسے آفسر بھیج دو جس سے لوگوں کو relief ملنے“۔ اب اُسکے جانے کے بعد لوگوں کو چیک پوسٹوں پر تو کوئی پیسے نہیں لے رہے ہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں آئی جی صاحب بیٹھے ہوئے ہیں وہ، یا تو وہ جو اسکی پولیس پر جوانزام ہیں، وہ انکو، ہمیں کہیں کہ ”یہ ہمارے دوست غلط کہہ رہے ہیں۔“ یا جس طریقے سے ہم کہہ رہے ہیں، تو ان پر کارروائی کر لیں۔ اگر کارروائی وہ نہیں کریگا، تو پھر ہم کارروائی کریں گے۔ تو ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جو چینز نوٹس میں آ جاتا ہے، ہم اسکو forget کریں۔ sir یا آپکے پانچ تھانے ہیں، اُسکو آپ کس طرح ہم crime-free کو تو کم کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ ہے کہ ہم crime کو تو کم کر سکتے ہیں نا۔ جو لوگ وہاں پر جو ہیں نا اڈے چلا رہے ہیں، اُنکو تو ختم کر لو۔۔۔ (مداخلت۔) میں یہی، جیسے ہمارے دوست، مطلب ایک ہم commitment کرتے ہیں۔ وہاں

لیویز والا، پولیس والا، ٹھیک ہے ایف سی کو ہم لکھیں گے، وہ نہیں مانیں۔ لیکن یہ تو ہمارے اُسمیں ہیں۔ جو تصدیٰ نہیں کرتا ہے۔ جو چیک پوسٹوں کی ہم نے آئی جی صاحب اچیف سیکرٹری صاحب! آپ بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو چیک پوسٹوں کی کہا ہے ”کختم کرو، اُنکو ختم کرو۔“ جو پولیس آفیسر نہیں مانتا ہے، جو لیویز والا نہیں مانتا ہے وہ ہمارے لئے acceptable ہیں۔ جو بلوچستان کو لوٹتا ہے وہ ہمارے لیئے acceptable ہیں۔ (ڈیک بجائے گئے)۔ یہ جو دھنندے شروع کیتے ہیں، ان دھندوں کو ہمیں ختم کرنا پڑیگا۔ with the passage of time. کیونکہ بجائے یہ کہ ہم ندامت کے داغوں میں ڈھل جائیں۔ وہ جو ندامت کر رہے ہیں، اُنکو ہم eliminate کر دیں۔ تو میں آخر میں آپکا، ممبران کا مشکور ہوں کہ آپ لوگوں نے مجھے سُنا۔ یہ ایک vision ہے۔ جو ہم آگے لے جانا چاہتے ہیں۔ خدا کرے کہ ہمارے کابینہ جلدی بن جائے۔ اُسکے details میں ہم جائیں گے۔ But یہ میں کہتا ہوں کہ ہم بلوچستان پارلیمنٹ کی جانب سے ہم تمام سوسائٹی کی segments کو، چاہے وہ Sectarians ہیں، جو بھی ہیں۔ ہم اُنکو ایک پیغام دے دیں کہ آپ بلوچستان کو مملکر، اُسمیں جو ایک پُر امن ماحول تھا اُسکو اُسی طرح کریں۔ یہ جو روزانہ جو ہیں ناں لوگوں کی لاشیں پڑتی ہیں غربیوں کی، target killings ہوتی ہیں۔ تو میں، ہم یہ clear-cut message دینا چاہتے ہیں۔ شکریہ۔

جناب اسپیکر: آغازیافت صاحب! آپ تشریف رکھیں یہ commitment ہے آپکی سرکاری قرارداد کی، جلدی نہیں کریں۔ سرکاری قرارداد پیش ہوئی تھی۔ جناب محمد خان شاہواني، صوبائی وزیر اور جناب رحمت علی بلوج کے حوالے سے NCHD کے حوالے سے۔ اُسمیں پھر خالد لاغو صاحب بھی شامل ہوئے اُنکے ساتھ۔ جی! سارے شامل ہو کر متفقہ ہونے لگیں۔ اُسمیں کچھ districts کے نام رہ گئے تھے۔ پہلے میں وہ districts repeat کر دوں گا، وہ آپ سن لیں۔ districts ہیں، بولان، چاگی، گادر، جعفر آباد، جہل، مگسی، فلات، کچ، خاران، خضدار، سبیلہ، مستونگ، موئی خیل، نصیر آباد، نوشی، پنجبور، پشین، قلعہ عبداللہ، قلعہ سیف اللہ، ژوب، زیارت۔ یہ سارے بیس کے بیس districts آ جائیں گے اُسمیں۔ جی!

جناب رحمت علی بلوج: تمام districts میں یہ پروگرام کو ختم کیا جا رہا ہے۔

جناب اسپیکر: اس میں کوئی بھی ڈال دیتے ہیں۔ صحبت پور، جعفر آباد میں آ جاتا ہے۔ تو اس ترمیم کو شامل کیا جائے تاکہ ان علاقوں کو اور ملکیوں کو NCHD کے توسط سے تمام اسکولوں کو کھولا جائے۔

سردار عبدالرحمن کھیڑان: بارکھان بھی اُسمیں ڈال دیں۔

جناب اسپیکر: وہ بھی ڈال دیتا ہوں، بارکھان کا لفظ بھی ڈال دیتا ہوں۔ سارے districts اور تمام ضلعوں میں پروگرام کو چلا یا جائے ڈاکٹر صاحب! کیونکہ یہ سرکاری کی طرف سے آئی ہے۔ کہ سارے ضلعوں میں یہ پروگرام چلا یا جائے، NCHD کی۔ یہ amendment آپکے سامنے پیش ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ جو amended قرارداد ہے، اسکو منظور کیا جائے؟۔ مشترکہ قرارداد نمبر 2 منظور ہوئی۔
 بہت شکریہ۔ کل صحیح گیارہ بجے تک کے لئے اجلاس ملتوی کی جاتی ہے۔
 (اسمبلی کا اجلاس سہ پہر 3 بجکر 55 پر انعقاد پذیر ہوا)۔